مقامِ نبوّت

جاہلیّت اور اسلام کے تصوّرات

پروفیسر زاہد حسین مرزا

النّاشر

مرکز دعوۃ التوحید

اسلام آباد ○ پاکستان

تمام آئمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو شرعی عدالت اس کو توبہ کرنے کا حکم دے گی۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا، بصورت دیگر اس پر توہین رسالت کی حد نافذ کی جائے گی۔ بغیر توبہ کے مطالبے کے سزا دینا کتاب وسنّت کے احکام اور آئمہ اسلام کے فیصلے سے رو گردانی ہے۔ رحمۃ العالمین ﷺ نے تو اپنی جان کے دشمنوں کو بھی توبہ کا موقع فراہم کیا۔ مگر ہمارے ہاں آپ ﷺ کے اسوہ مبارکہ کو نظر انداز کر کے توہین رسالت کا زبر دستی اقرار کروایا جارہا ہے جو فرقہ واریت میں کشیدگی کا باعث بن سکتا ہے۔ ارباب اقتدار کو اس مسئلے پر علماء کی کمیٹی تشکیل دے کر کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
الرئاسة العامة لشؤون المسجد الحرام والمسجد النبوي
مكتب الرئيس

الرقم : ٣٤/١
التاريخ : ١٠/٤/١٤٢١
المشفوعات : ١

الأخ الفاضل الشيخ / محمد بن ناصر سلمه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ، وبعد :

فقد وصلني خطابكم مع الرسالة التي ألفتموها بعنوان « مقام النبوة » باللغة العربية وبلغة أردو ، وقد طلبتم مني تقييمها وإبداء الرأي فيها .

وقد أحلت الرسالة إلى بعض من نثق فيه من الناطقين بلغة أردو فقرأها وأفادني بموضوعها ومحتواها وقد قرأت ما كتب باللغة العربية ، فعليه أقول : إن موضوع الرسالة مهم جداً ؛ لأنه يتعلق بتصحيح ما يعتقده كثير من الناس من العقائد الباطلة في حق النبي صلى الله عليه وسلم ويطرون فيه وقد نهى عنه صلى الله عليه وسلم بنفسه فقال : لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى بن مريم .

وقد أحسنتم - بارك الله فيكم - في عرض الموضوع بأسلوب علمي مدعم بأدلة القرآن والسنة الصحيحة ، وبأدب تام مع جناب المصطفى صلى الله عليه وسلم ، ولا يوجد في الرسالة ما يؤاخذ عليه بأنك أسأت الأدب في شأن النبي صلى الله عليه وسلم والأنبياء والآخرين عليهم السلام وإنما ذكرت الحقيقة التي وصفهم الله بها فجزاك الله خيراً .

ولكن هناك ملاحظة مهمة ، وهي أنكم قررتم في ص ٧٢و٩٢ مما كتب بالأردو أن الله تعالى منزه عن المكان وأنه في كل مكان ، وهذا خلاف العقيدة الصحيحة الثابتة من الكتاب والسنة ، فقد دل الكتاب والسنة على استواء الله على عرشه وعلوه على خلقه كما نطق القرآن بذلك في سبعة مواضع من كتاب الله ، وهذا هو مذهب الأئمة الأربعة ومذهب أهل السنة والجماعة وهو الذي أنت سائر عليه والحمد لله .

فيجب أن تصححوا الرسالة على هذا ، فإن القول بأن الله في كل مكان وليس على العرش ، قول باطل ، مخالف لمذهب السلف الصالح وانظر إلى عقيدة الإمام الطحاوي وشرحها يتضح لك ذلك وتفسير ابن كثير والشوكاني وغيرهم من علماء السلف .

وفي ص (١٧) ذكرتم أن أبا بكر رضي الله عنه صعد المنبر وقال : من كان يعبد محمداً إلخ .

والذي نعرف أنه لم يذكر في هذه الواقعة ذكر صعوده على المنبر إنما كانت في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم .

وفي ص (٣٥) قلتم : إن مصنف عبد الرزاق كتاب لا اعتبار له عند المحدثين ، هذا القول ليس بصحيح ، فشأنه شأن أي مصنف في الحديث ممن لم يلتزموا الصحة في إيراد كل الأحاديث ، والإمام عبد الرزاق من قدماء المحدثين شيخ أئمة الحديث ، ومن تلامذته الإمام أحمد رحمهما الله .

وفقكم الله وسدد خطاكم والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

الرئيس العام
لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي
إمام وخطيب المسجد الحرام

محمد بن عبد الله السبيل

أخوكم ومحبكم

فہرست مضامین

کتاب ھذا کے متعلق

امام کعبہ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ

کا فتوی

محترم بھائی الشیخ محمد بن ناصر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد :

آپ کا خط مع کتاب "مقام نبوت" کے ساتھ موصول ہوا، آپ نے مجھ سے اس کتاب کے متعلق رائے طلب کی ہے۔

میں نے کتاب اردو جاننے والے بعض قابل اعتماد حضرات کو مطالعہ کے لئے دی انہوں نے مجھے اس کے موضوع اور مندرجات سے آگاہ کیا، اور جو آپ نے عربی زبان میں (کتاب کا ترجمہ) لکھا ہے وہ میں نے (خود) پڑھا ہے۔ کتاب کا موضوع بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اکثر لوگ جو نبی ﷺ کے بارے میں باطل عقائد رکھتے ہیں یہ موضوع ان کے نظریات کی تصحیح سے متعلق ہے، لوگ اس سلسلے میں غلو سے کام لیتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے خود ہی اس سے منع فرما دیا آپ نے فرمایا: "لا تطرونی کما أطرت النصاری عیسی بن مریم" (مجھے حد سے مت بڑھاؤ جیسے نصاری نے عیسی بن مریم کو بڑھایا)۔

اللہ تعالی آپ کو برکت دے! آپ نے موضوع کو علمی انداز میں قرآن اور سنت صحیحہ کو بنیاد بنا کر اور جناب مصطفی ﷺ کے کامل ادب واحترام سے بڑی خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ آپ نے نبی ﷺ یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کی ہے۔ آپ نے اسی حقیقت کو ذکر کیا ہے جس سے اللہ تعالی نے ان (انبیاء علیہم السلام) کو متصف قرار دیا ہے۔ جزاک اللہ خیرا۔

لیکن یہاں ایک ملاحظہ قابل غور ہے وہ یہ کہ آپ نے مقام نبوت اردو کے صفحہ ۲۷ اور ۹۲ پر جو یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالی جگہ ومکان سے مبرا ہے اور یہ کہ وہ ہر جگہ ہے۔ یہ

بات کتاب وسنت سے ثابت شدہ صحیح عقیدہ کے منافی ہے۔ اللہ تعالی کے عرش پر مستوی ہونے اور اپنی مخلوقات سے اوپر ہونے پر کتاب وسنت میں دلائل موجود ہیں مثلا قرآن میں سات جگہ اللہ تعالی کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں آیا ہے اور یہی مسلک آئمہ اربعہ اور اہل سنت والجماعت -جس کے آپ ماننے والے ہیں- کا ہے۔ والحمد للہ۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالی ہر جگہ ہے اور عرش پر نہیں ہے غلط ہے۔ کتاب میں یہ تصحیح ضرور فرمالیں۔ یہ عقیدہ سلف صالحین کے مخالف ہے۔ عقیدہ طحاویہ اور اس کی شرح پر ایک نظر ڈال لیں مسئلہ آپ پر واضح ہو جائے گا نیز ابن کثیر، شوکانی، اور دیگر علماء سلف کی تفاسیر ملاحظہ کر لیں۔

صفحہ ۱۷ پر آپ نے لکھا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: "من کان یعبد محمدا ......الخ"

جہاں تک ہم جانتے ہیں اس واقعہ میں ان کے منبر پر جلوہ افروز ہونے کا ذکر نہیں ہے یہ واقعہ مسجد نبوی ﷺ میں پیش آیا تھا۔

آپ نے صفحہ ۳۵ پر کہا ہے کہ کتاب مصنف عبدالرزاق محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ یہ بات درست نہیں۔ اس کا مقام بھی دیگر مصنفات کا سا ہے جن کے مؤلفین نے تمام احادیث کو پیش کرنے میں صحت کا التزام نہیں کیا۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ بہت بڑے محدث اور کئی آئمہ محدثین کے استاد ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

وفقكم الله وسدد خطاكم والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

آپ کا بھائی اور محب

محمد بن عبداللہ السبیل

امام خانہ کعبہ مکۃ المکرمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از قلم: حافظ مقصود احمد

مدیر مرکز دعوۃ التوحید اسلام آباد

دنیا کی عدالتوں کے فیصلے حتمی نہیں ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی شخص کرسی عدالت پر بیٹھ کر کسی کو ظلم کا نشانہ بناتا ہے، کسی کو ناجائز بری کرتا ہے، یا ناجائز سزا سناتا ہے، یا عدل وانصاف کے تقاضوں سے منحرف ہو کر فیصلہ صادر کرتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا یہ فیصلہ حتمی نہیں۔ اس نے کل اللہ احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہونا ہے اور اپنے فیصلوں کا جواب دینا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب دنیا کی عدالتوں میں فیصلے کرنے والے ججوں کا حساب ہوگا تو وہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا فیصلہ بھی نہ کیا ہوتا۔

دوسری روایت میں ہے "من ولیّ فقد ذبح بغیرسکین" جو جج بنایا گیا وہ تو الٹی چھری سے ذبح کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے روز دو ججوں کو لایا جائے گا جن میں سے ایک نے حد نافذ کرتے ہوئے ایک کوڑا کم اور دوسرے نے ایک کوڑا زیادہ لگایا ہوگا۔ پہلے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ایک کوڑا کم کس لئے لگایا تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! مجھے ترس آگیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ اسے جہنم رسید کردو۔ پھر دوسرے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ایک کوڑا زیادہ کس لئے لگایا، تو وہ کہے گا اے اللہ مجھے غیرت آگئی تھی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اس کے بارے میں بھی حکم ہوگا کہ اسے جہنم رسید کردو۔

آج آخرت کے محاسبے سے بے فکر ہو کر کیسے کیسے فیصلے کئے جا رہے ہیں، جس کی بنا پر مظلوم کی دادرسی انتہائی مشکل اور ظالم کا مواخذہ بہت کم ہوتا جارہا ہے۔اس کا ایک سبب تو وہ صدیوں پرانا انگریزوں کا قانون ہے جو کتاب وسنت کے صریحاً منافی اور انگریز کے دور پر آشوب کی یادگار ہے۔دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ جج صاحبان کی تربیت کا کوئی ایسا انتظام نہیں کیا گیا کہ کم از کم ان میں فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔اور کتاب وسنت کے بیان کردہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ان کے ہاں ہر قسم کے مفاد پر مقدم ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوّامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین و الاقربین "اے ایمان والو عدل وانصاف کے علمبردار بن جاؤ اور اللہ کے لیئے گواہی دینے والے ہو جاؤ اگرچہ تمہاری گواہی تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے۔

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف جناب پروفیسر زاہد حسین مرزا ایک پڑھے لکھے صحیح العقیدہ مسلمان ہیں، لیکن افسوس کہ میرپور آزاد کشمیر کی انتظامیہ نے ایک مولوی محمد بشیر کے بیان پر توہین رسالت کے کیس میں انہیں جیل میں ٹھونس رکھا ہے، جبکہ پاکستان کے مستند علماء کرام جن کا تعلق تمام مکاتب فکر سے ہے انہوں نے اس کتاب کو توہین رسالت کے جرم سے مبرا قرار دیا ہے۔امام کعبہ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ نے اس کتاب کے متعلق اپنے فتوی میں مؤلف کو ان کی تحقیق پر داد دی ہے اور اس موضوع پر کتاب کو بڑا مفید قرار دیا ہے۔انتظامیہ کے فیصلے تو ہنگامی ہوتے ہیں لیکن جج حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ کیس کی تحقیق کر کے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کریں۔

کیا ہم جج صاحبان کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ کتاب کے متعلق ملک کے نامور علماء کی رائے زیادہ وزنی ہے یا کہ ایک مولوی محمد بشیر کی رائے ؟؟اگر اس طرح کسی فرد واحد کے کہنے پر توہین رسالت کے مقدمات شروع ہو گئے تو ملک کے حالات خراب ہو جائیں گے اور اس کی ذمہ دار خود انتظامیہ ہو گی۔جو اکثر علمائے کرام کی رائے کو نظر انداز کر کے ایک مخصوص فرقے کی ترجمانی کر رہی ہے۔

مؤلف کو اس بنا پر توہین رسالت کا مرتکب قرار دینا کہ اس نے نماز میں نبی اکرم ﷺ کے بھول جانے کی احادیث کو اپنی کتاب میں کیوں درج کیا ہے اور ان سے کیوں استدلال کیا ہے۔یہ ظلم کی انتہا ہے۔یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر مقبول عام ہو رہی ہے اور ہو گی انشاء اللہ مؤلف کتاب بھی ظلم و ستم کا سامنا کر کے اسلامی تاریخ میں سرخرو ہو جائیں گے مگر تاریخ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گی جو ایک محب رسول کو زبردستی توہین رسالت کا مرتکب قرار دینے کی کوششیں کر رہے ہیں۔میں مؤلف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے سنت یوسفی ادا کر کے عوام الناس کے سامنے ایسی کتاب پیش کی جس سے لاکھوں افراد مستفید ہوں گے اور ایک خلق کثیر کے عقائد کی اصلاح ہو گی۔

وما توفیقی الّا باللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں پروفیسر زاہد حسین مرزا مصنف کتاب "مقام نبوت" اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری پیغمبر مانتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ ہی کو ایک مکمل نمونہ حیات اور آپ ﷺ کی اتباع ہی کو پوری انسانیت کی فلاح و نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کی تعظیم و تکریم کو جزو ایمان تسلیم کرتا ہوں۔ میرے عقیدہ کے مطابق نبی ﷺ کی توہین کرنے والا شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس نوعیت کے سنگین جرم و گناہ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

میں اپنی تمام تر علمی دیانت کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں کہ میرا وہی عقیدہ و مسلک ہے۔ جو علماء سلف کا عقیدہ و مسلک ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی رسالت منتہائے بشریت ہے اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔

جو لوگ میری تصنیف "مقام نبوت" کی عبارات کو کتاب کے اصل نفس مضمون سے الگ رکھ کر اور سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے میرے خلاف توہین رسالت کا بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں، میں ان کی سلامتی ایمان کیلئے دعا ہی کر سکتا ہوں۔ کتاب کی صاف اور سادہ عبارات کو اپنے من چاہے معنی پہنا کر عوام کے جذبات کو ابھارنا اور مسلم معاشرہ میں فساد پھیلانا ہرگز نہ امت مسلمہ کی کوئی خدمت ہے اور نہ ہی خوشنودیٔ خدا اور اتباع رسول ﷺ کا کوئی ذریعہ۔

ویسے تو میں رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تاہم میں تمام علماء حق سے مودبانہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری تصنیف "مقام نبوت" کا بنظر غائر تنقیدی جائزہ لیں اور اگر اس کی کسی عبارت، جملے، ترکیب یا لفظ میں تنقیص رسالت کا کوئی شائبہ تک بھی پائیں تو اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوئے بلا تاخیر اس سے رجوع یا اس کی اصلاح و تصحیح...... جو کچھ بھی مطلوب ہو کر لوں۔ ایسے تمام بہی خواہ حضرات کا میں ممنون احسان بھی ہونگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام اہل ایمان کو دین و ایمان کی بہترین حالت میں رکھیں۔ اور ہر خطا و لغزش سے بچائیں۔ آمین۔

مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء

پروفیسر زاہد حسین مرزا
سنٹرل جیل میرپور
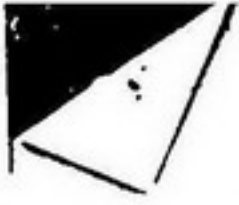
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارۂ معارفِ اسلامی
منصورہ، لاہور، پاکستان

تاریخ: ۹/۹/۱۹۹۹

مکرمی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے کتاب مقام نبوت مصنفہ پروفیسر زاہد حسین مرزا کی چند عبارات کے متعلق استفسار کیا ہے کہ ان پر کچھ لوگوں نے توہین رسالت کا الزام لگایا ہے۔ کیا وہ الزام صحیح ہے یا نہیں؟ کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام قطعاً صحیح نہیں ہے۔

کسی عبارت کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ اس میں توہین رسالت ہے یا نہیں، سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان عبارات میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ کیسی ہے۔ کیا اس بات سے، جو اس عبارت سے ثابت ہوتی ہے، نبی ﷺ کی شان نبوت و رسالت اور آپ کی ان صفات کی نفی نکلتی ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں اور اہل ایمان کے عقیدہ کا حصہ ہیں۔ یا پھر آپ کی جسمانی، خاندانی، اخلاقی صفات اور سیرت و کردار پر حرف آتا ہے پھر دیکھا جائے گا کہ جو بات ان الفاظ سے نکلتی ہے وہ واقعی ہے یا خلاف واقعہ اور اگر واقعی ہے تو بطریق توہین کہی گئی ہے یا بطریق بیان واقعہ۔ سیاق و سباق سے اور انداز سے معلوم کیا جائے گا کہ وہ بطریق توہین ہے یا محض اثبات واقعہ کے طور پر اور کسی موضوع اور مسئلے کے لئے بطور دلیل ذکر کی گئی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں :۔

من آذی رسول الله بطعن فی شخصه او دینه او نسبه او صفة من صفاته او بوجه من الوجوه الشین فیه صراحة او کنایة او تعریضا او اشارة کفر و لعنه الله فی الدنیا والآخرة واعد له عذاب جهنم۔ تفسیر مظہری (۷ : ۳۸۱) ”جس شخص نے حضور

اس طرح فتاوی بزازیہ بحر الرائق مجمع الانہر و حدیقۃ الندیہ، تاتارخانیہ، بحر، سل الحسام و تنبیہ الولاۃ وغیرہ میں ہے۔

"لایکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نہایۃ" (ص ٤٧) "احتمال کی بنیاد پر کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ کفر انتہا درجہ کا عذاب ہے اور اس کے واسطے انتہا درجہ کا جرم ہونا چاہئے اور انتہا درجہ کا جرم جب ثابت ہوگا کہ کسی اور بات کا احتمال نہ ہو"

تنویر الابصار، حدیقہ ندیہ تنبیہ الولاۃ وغیرہ میں ہے۔

"والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن" (ص ٤٧)
"کلام کے واسطے محمل حسن ہوتے ہوئے ایک مسلمان پر کفر کا فتوی دینے سے گریز کیا جائے گا"

حدیقہ ندیہ میں ہے۔

"وجمیع ماوقع فی کتب الفتاوی من کلمات صرح بہ المصنفون فیہا بالجزم بالکفر یکون الکفر فیہا محمولا علی ارادۃ قائلہا یعنی عللوا بہ الکفر واذا لم تکن ارادۃ قائلہا ذالک فلا کفر" (ص ٤٨) یعنی کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے اس سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔ **(تمہید الایمان صفحہ ٣٥ تا ٣٧)**

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں: "احتمال وہ معتبر ہے جسکی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات کفر نہ رہے۔ مثلا زید نے کہا "خدا دو ہیں" اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ خدا سے حذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں۔ مبرم اور معلق، جیسے عمرو کہے "میں رسول اللہ ہوں" اس میں یہ تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اسکی روح بدن میں بھیجی ہے ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں ہیں۔ (تمہید ایمان صفحہ ٣٧۔ بعنوان ضروری تنبیہ)

علامہ ابن عابدین شامی اپنے رسالہ "تنبیہ الولاۃ" میں فرماتے ہیں۔ **"وفی المحیط لو**

قال لشعر النبی ﷺ شعیر یکفر عند بعض المشائخ وعند البعض لا یکفر الا اذا قال بطریق الاھانة" (صفحہ ۳۶۶ رسائل ابن عابدین)

"اگر نبی ﷺ کے بالوں کو چھوٹے بال کہا تو کافر قرار دیا جائے گا بعض مشائخ کے نزدیک اور بعض کے نزدیک اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی الا یہ کہ بطریق توہین کہے"

ان تمہیدی اور اصولی باتوں کی روشنی میں جب ہم کتاب "مقام نبوت" کی عبارات کا جائزہ لیتے ہیں تو اولاً ان میں کوئی ایسی چیز بیان نہیں کی گئی جس سے آپ ﷺ کی ذات اقدس، شان نبوت، سیرت و کردار اور جسمانی اور روحانی صفات کی تنقیص ہوئی ہو۔

۲۔ مصنف نے نبی ﷺ کی زندگی سے جزوی واقعات نقل کرکے آپ ﷺ کی بشریت ثابت کی ہے۔ اور آپؐ کے عالم الغیب اور مختار کل ہونے کی نفی کی ہے۔ اس سلسلہ میں ان آزمائشوں اور مصائب کا ذکر کیا ہے جو آپؐ پر آئیں اور آپؐ نے ان پر صبر کیا۔ آپؐ کے فقر فاقہ کا ذکر کیا تو اس کا بھی یہی مقصد ہے، جو پوری طرح ظاہر و باہر ہے۔ مصنف نے کہیں بھی ایسی بات ذکر نہیں کی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ اپنے فقر سے راضی نہ تھے۔ یہ الفاظ کہ "روتا وہی ہے جو دکھوں کا مارا اور ان کے ٹالنے پر قادر نہ ہو" توہین کے طور پر نہیں بلکہ اس غرض سے ذکر کئے ہیں کہ آپؐ کو تکلیفیں پہنچائی گئیں، تو آپؐ بذات خود ان کو ٹالنے پر قادر نہ تھے، آپؐ ان کو ٹالنے کے لئے اللہ کے حضور گریہ و زاری اور اس کی جناب میں فریادیں کرتے تھے۔ اسی طرح یہ جملے "حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے کے سارے انبیاء علیہم السلام کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار نظر آتے ہیں"۔ انبیاء علیہم السلام کی آزمائشوں کا بیان ہے اور مقصد یہ ہے کہ وہ بشر تھے قادر و قیوم اور الہ نہ تھے۔ نبی ﷺ کے فقر و فاقہ کو بیان کرنے کا بھی یہی معنی ہے۔ یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں، اقتدار اور حکومت سے نہیں نوازا تھا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا لیکن آپ ﷺ نے فقراء اور مساکین کی حاجت کو مقدم رکھا اور خود فقر و فاقے کی زندگی بسر کی۔ آپ ﷺ نے دعا کی "**اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین**" کتاب کے آخر میں مصنف خود وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں نے قرآن و احادیث کے بے شمار حوالہ جات محض اس لئے جمع کردئے ہیں تاکہ ذات باری تعالیٰ اور ذات و صفات محمدی ﷺ کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔ ذات

باری تعالیٰ مقام لبدیت پر فائز لا انتہا ولا محدود جب کہ باقی تمام ہی محدود ہیں۔ وہ زمان و مکان کی حدود سے بالا جبکہ باقی تمام اس کی پابند اور اس میں مقید ہیں۔ اسکے لئے ماضی و نام کی کوئی شے نہیں۔ جبکہ باقی تمام اسکی گرفت میں پابند۔ وہ لامتناہی و باقی، جسکی بقا فنا آشنا نہیں۔ یہ صفات کسی اور میں نہیں وہ خالق و مالک و رازق، جبکہ باقی تمام اسکی مخلوق، عباد، اسکے محتاج، یہاں عبدو معبود اور خالق مخلوق کا رشتہ ہے۔ ان حدود کا برقرار رہنا لازمی ہے ورنہ کفر اور سراسر کفر ہوگا، یہی بات سمجھانے کیلئے انبیء علیہم السلام تشریف لائے اسی مشن پر آپؐ کو بھی بھیجا گیا، یہی اسلام اور حب رسول اللہ ﷺ کا تقاضا ہے اس سے تجاوز کرنے کا اس کائنات میں کسی کو اختیار حاصل ہے اور نہ حق، ان حدود کو برقرار رکھنا لازم ہے جو بھی تجاوز کرے گا اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ "و من یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه" (مقام نبوت صفحہ ۹۶/۹۷)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کا نبی ﷺ کو پیش آنے والے جزوی واقعات کا ذکر کرنا مذکورہ بالا مقاصد و مسائل اور عقائد کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ ان کا ذکر بطریق اہانت نہیں ہے۔ ہم نے فقہا کے حوالوں سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ جب متکلم مسلمان ہو اور اس کے کلام میں ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو پھر اسے مسلمان قرار دیا جائے گا۔ لیکن یہاں تو کلام میں توہین کا ایک احتمال بھی نہیں بالفرض بعض الفاظ سے شبہ پیدا ہوتا ہو تو بھی سیاق و سباق اور موضوع کتاب اور مصنف کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر مصنف کو کفر اور توہین رسالت کے الزام سے بری قرار دیا جائے گا۔

واللہ اعلم

ادارہ معارف اسلامی شعبہ استفسارات منصورہ۔ لاہور

۹/۹/۱۹۹۹

مستغیث کے استفتاء کے جواب میں مولانا عبدالمالک کا فتوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر جناب رئیس دار الافتاء بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ مزاج گرامی خیر ہونگے۔

گذارش ہے کہ ہمارے ہاں مقامی کالج کے ایک پروفیسر صاحب (جو ایک مذہبی اور سیاسی تنظیم سے وابستہ ہیں) نے ایک کتاب "مقام نبوت جاہلیت اور اسلام کے تصورات" تالیف کی ہے۔ اس کے بعض مندرجات پر ارباب علم کو اعتراض ہے قطع نظر اس بات کے کہ یہ عقائد و نظریات کس مکتب فکر کے ہیں۔ مقامی علماء نے بالصراحت کہا ہے کہ ان عقائد کے نہ ماننے والے کو کافر کہنا جائز نہیں ہے۔ ہمارا اختلاف بعض مخصوص عبارات پر ہے: کہ یہ عقائد وجہ تکفیر ہیں۔ اس تناظر میں درج ذیل امور قابل استفسار ہیں امید ہے آپ مفصل فتویٰ سے ممنون فرمائیں گے مکمل کتاب کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے تاکہ سیاق و سباق کے تناظر میں کسی بھی نتیجے پر پہنچنا سہل ہو جائے۔

ا۔ نور بشر یا حاضر و ناظر، مختار کل، علم غیب جیسے عقائد غیر مسلموں (ہنود، یہودوغیرہ) کے ہیں اور ان مخصوص نظریات کے باعث ایسے عقائد رکھنے والوں کو غیر مسلم کہا جائے گا؟

۲۔ کیا پروفیسر صاحب مذکور کا یہ انداز تحریر کہ وہ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو عام سطح کا آدمی، انسان ثابت کرنے کی کوشش میں تمام حوالہ جات دے رہے ہیں۔ تنقیص رسالت کے ضمن میں میں آتا ہے اس ضمن میں بیان کردہ روایات کے عنوانات اور ان پر تبصرے قابل غور ہیں۔

۳۔ صاحب تفسیر مظہری، معارف القرآن و دیگر بالخصوص شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ

کی تصریحات کے مطابق سرور عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی عیب جوئی و تنقیص شان کفر ہے اور ایسا آدمی واجب القتل ہے۔ آیا پروفیسر موصوف کی تحریر (جملے اور دیگر) اس ضمن میں نہیں آتے؟ کیا "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" صفحہ ۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷ (مطبوعہ بیروت) وغیرہ کے مطابق یہ شخص سب و شتم اور تنقیص شان رسالت کا مرتکب نہیں ہوا؟ گرامی قدر! چونکہ معاملہ نہایت حساس ہے اور مؤلف مذکور پس دیوار زنداں ہے اس لئے جواب سے جلد آگاہ فرمایا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

آپ کا جواب متعلقہ وکیل اپنے جواب کا حصہ بنائے گا۔ اس لئے امید ہے آپ مفصل فتوی (حکم شرع متین) سے آگاہ فرمائیں گے۔

والسلام مع غایت الاحترام

پروفیسر محمد یوسف فاروقی / مختار الحق صدیقی

صدر / جنرل سیکرٹری تحریک تحفظ

ناموس رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام
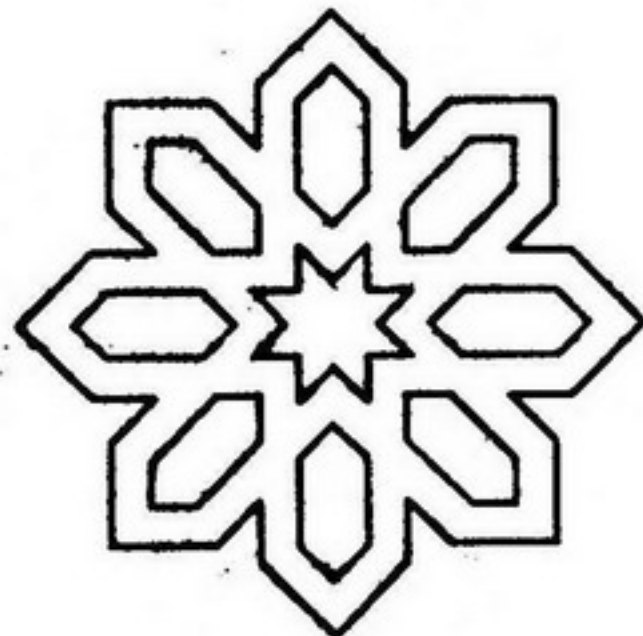
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارۂ معارفِ اسلامی
منصورہ، لاہور، پاکستان

خدمت محترم جناب پروفیسر یوسف فاروقی صاحب / مختار الحق صدیقی صاحب صدر / سیکرٹری تحریک تحفظ ناموس رسالت (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ! گرامی نامہ کتاب "مقام نبوت، جاہلیت اور اسلام کے تصورات" کے ساتھ ملا۔ یاد فرمانے پر شکر گزار ہوں۔ جواب درج ذیل ہے۔

جوابات :۔ میں نے کتاب اول سے لیکر آخر تک مطالعہ کی۔ مسئلہ نور و بشر، علم غیب اور مختار کل کی بحث ایسے انداز میں کرنا کہ مسلمانوں کے بعض فرقے محسوس کریں کہ انہیں نشانہ بنایا گیا ہے صحیح نہیں ہے اس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن میری نظر سے کوئی عبارت ایسی نہیں گذری جس میں مصنف نے کہا ہو کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگ غیر مسلم ہیں۔ نور و بشر، علم غیب اور مختار کل کے مسائل میں بریلوی مسلک کے اہل علم کی تعبیرات سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے اور ہمیں بھی ان کی تعبیرات سے اختلاف ہے لیکن انکی تعبیرات دائرہ اسلام کی حدود میں ہیں لہذا کسی بھی مصنف کو اپنی کتاب میں ان پر تنقید کرتے ہوئے ایسا انداز نہیں اختیار کرنا چاہیے جس سے شبہ پیدا ہوتا ہو کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ یہ بات افسوسناک ہے کہ اسلامی فرقے ایک دوسرے کے مسلک کی حقیقت سے صحیح معنی میں باخبر نہیں ہیں۔

(۲) آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مصنفِ کتاب مذکور "مقام نبوت" میں جگہ جگہ ایسی عبارات لائے ہیں جن میں نبی علیہ السلام کی افضلیت اور مقام کی عظمت کا

اعتراف ہے۔ وہ نبی ﷺ کو قطعاً عام آدمی کے برابر قرار نہیں دیتے مثلاً وہ لکھتے ہیں "محسن انسانیت کا نسل انسانی پر سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گرتے ہوئے لوگوں کو شرف انسانیت سے متعارف کرایا اور ہر چوکھٹ پر جھکنے والوں کو صرف ایک ہی ہستی کے سامنے جھکنے کی تلقین کی" (ص ۱۲) "یہ مخلوق جب بھی راہ ہدایت سے ہٹی تو اللہ تعالیٰ نے اسی مخلوق میں سے افضل و بہتر انسان پیدا کئے جنہوں نے لوگوں کو صراط مستقیم کی جانب راہنمائی کی" (ص ۱۴) "کھربوں درود و سلام اور برکات ربانی ہوں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل و اصحابؓ پر۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے آپ ﷺ سب سے بڑی نشانی (آیت) ہیں لیکن قانونِ قدرت آپ ﷺ پر بھی لاگو ہوا" (ص ۱۷)

"اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہاری طرح کا بشر نہیں ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ آپؑ ہماری طرح کے بشر ہی تو ہیں مطلب بڑا واضح ہے کہ یہاں تخلیقی پہلو اور بشری صفات مراد ہیں ورنہ شکل و صورت اور علم و عمل میں دنیا کے کوئی بھی دو انسان ایک جیسے نہیں ہیں۔ ہر انسان دوسرے سے ہر لحاظ سے مختلف ہے لیکن تعلق ایک ہی نسل سے ہے اور وہ ہے نسل انسانی جس سے کوئی بھی انسان بڑا ہو یا چھوٹا انکار نہیں کر سکتا" (ص ۱۸)

یہاں مصنف نے واضح طور پر اس حقیقت کو بیان کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی ﷺ اسکے نزدیک عام آدمی کے برابر نہیں ہیں۔ برابری سے جنس بشریت میں سے ہونے میں برابری مراد ہیں۔

مزید لکھتے ہیں "آپ ﷺ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد ہوں عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس سے بہترین مخلوق (انسان) کے اندر مجھے

پیدا کیا۔ پھر اس بہترین مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ نے دو حصے کئے عرب و عجم تو بہترین حصے عرب میں مجھے پیدا کیا پھر اللہ تعالی نے بہترین حصہ کے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے قریش میں رکھا پھر بہترین قبیلے کے گھر بنائے تو ان گھروں میں بہترین گھر (بنو ہاشم) میں مجھے رکھا پس میں حسب میں بھی تمام لوگوں سے بہتر ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی" اس سے از ابتدا تا انتہا تعارف مکمل ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات میں سے بہترین مخلوق و انسان کے بہترین فرد ہیں" (ص ۲۲) "مدینہ منورہ کو مکہ پر فضیلت کے زیر عنوان محدثین کرام نے بڑی طویل بحث کی ہے۔ فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ "بان النبی ﷺ مخلوق من تربة المدینة فهو افضل البشر فکانت تربتها افضل التراب" نبی اکرم ﷺ کی تخلیق مدینہ کی مٹی سے ہوئی چونکہ آپؐ افضل البشر ہیں لہذا وہ مٹی افضل ہے" صاحب فتح الباری نے اس بحث کے آخر میں یہ جملہ لکھا ہے کہ

"وکون تربته افضل التراب لا نزاع فیه" یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی تخلیق جس خاک سے ہوئی وہ سب سے افضل ہے۔ یہ ائمہ حدیث کی بحث کا نچوڑ ہے۔ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق بھی خاک سے ہوئی لہذا بشر ٹھہرے" (صفحہ ۲۵) "جملہ مفسرین قرآن، محدثین اور سیرت نگاروں نے لکھا کہ آپ ﷺ بشر ہیں" اسی طرح شارحین حدیث نے بھی آپ ﷺ کو بشر ہی لکھا۔ اسلام کے ان قدیم مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ نبی کریم ﷺ بشر کے سوا کچھ اور ہو سکتے ہیں، بہار شریعت (جو بریلوی حضرات کے نزدیک سب سے اہم اور مستند کتاب ہے) میں یہ عبارت درج ہے "نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد تھے۔ نہ کوئی جن نبی ہوا ہے نہ عورت"۔ اس سے بڑھ کر بریلوی حضرات کے لئے اور کونسی سند ہو سکتی ہے"۔ جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ کے نائب صدر اور سابق مرکزی وزیر جناب پروفیسر شاہ فرید

الحق کا ایک مضمون تبیان میں شائع ہوا ہے تزکیہ نفس کے زیر عنوان آپ نے لکھا کہ آپ ﷺ بشریت اور انسانیت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔" (ص ۲۶)

یہ چند عبارات نمونہ کے طور نقل کی ہیں اس سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ مصنف نبی ﷺ کو ایک عام آدمی نہیں بلکہ افضل البشر سمجھتے ہیں۔ مصنف کی یہ چیز بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ ہر جگہ نبی ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ ﷺ کو پورا لکھتے ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق یہ کہہ دینا کہ اس نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے، زیادتی ہے۔ بہار شریعت اور شاہ فرید الحق صاحب کے حوالہ پیش کرتے ہوئے ان کا یہ لکھنا کہ "یہ سب سے مستند حوالے ہیں"۔ تب بریلوی مسلک سامنے آگیا کہ وہ نبی ﷺ کو بشر تسلیم کرتا ہے۔ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وہ بریلوی مسلک کو بشریت کا منکر نہیں سمجھتے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مصنف نے قطعاً توہین رسالت کا ارتکاب نہیں کیا ان پر توہین رسالت کا الزام لگانے میں دوستوں نے تساہل سے کام لیا ہے اور انہوں نے الزام لگا کر بڑی غلطی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو اعتدال کی راہ پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آپ دوستوں کو سمجھائیں کہ مسلکی اختلاف یا مسلکی مسائل پر گفتگو کے انداز سے اختلاف کی بنا پر توہین رسالت کا الزام لگا دینے سے قانون ناموسِ رسالت کا مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے اور اہل دین کے ایک دوسرے پر اعتماد میں کمی آجاتی ہے جس سے افتراق و انتشار پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ کتاب مذکور کی نوعیت کے اختلاف کی صورت میں افہام و تفہیم اور ہدایت و اصلاح کا راستہ اختیار کریں۔ جن دوستوں نے الزام لگایا ہے ان سے کہا جائے کہ مصنف موصوف پر توہین رسالت کے الزام کو واپس لیا جائے۔ (واللہ اعلم۔ والسلام)

عبد المالک

شعبہ استفسارات

ادارہ معارف اسلامی

منصورہ۔ لاہور۔ پاکستان

Da'wah Academy
International Islamic University, Islamabad, Pakistan
أكاديمية الدعوة
الجامعة الإسلامية العالمية إسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے پروفیسر زاہد حسین مرزا کی تصنیف کردہ کتاب بعنوان "مقام نبوت" اول سے لیکر آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کی۔ فاضل مصنف نے اختیار کردہ موضوع پر مستند اور مفیدِ مطلب مواد جمع کر کے اس کو مؤثر ترتیب دی ہے۔ اور اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے تمام شواہد قرآن و سنت سے براہ راست پیش کئے ہیں جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

پوری کتاب میں مجھے کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی۔ جو قرآن و سنت یا فقہی معروف استنباطات یا تفسیر قرآن کی متداول تعبیرات یا سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہو۔ کتاب میں ایسی بھی کوئی بات میرے علم میں نہیں آئی۔ جو اسلامی بنیادی اصول یا کسی مستند قول یا روحِ اسلام کے خلاف ہو۔ میرے نزدیک اپنے موضوع پر یہ ایک نہایت مناسب تصنیف ہے۔ دینی علوم کے طلبہ کیلئے اس میں بہت مفید مواد موجود ہے۔ اس سے استفادہ کرنا طالبِ علم کے وقت کا صحیح مصرف ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

فضل ربی

انچارج

اسلامک سنٹر فیصل مسجد اسلام آباد

SENATOR
SAJID MIR
AMIR/PRESIDENT
MARKAZI JAMAAT AHL-E-HADITH, PAKISTAN
HADITH MANZIL, 31/180, MIANAPURA, SIALKOT.

سینیٹر ساجد میر
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

میں نے کتاب "مقام نبوت" مصنف پروفیسر زاہد حسین مرزا کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مسئلہ توحید کو نکھارنے کی کوشش کی گئی ہے، اور قرآن و حدیث کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کا جاننے والا ہر شے کا مالک و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

رسول اکرم ﷺ بلا شبہ مخلوق میں سب سے افضل و برتر ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا صفات رکھنے میں وہ یا کوئی اور اللہ تعالیٰ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ تاہم یہ ساری باتیں صرف اور صرف قرآن پاک کی آیات کے سادہ اور درست ترجمہ کے حوالہ سے بیان کی گئی ہیں۔ اور مصنف کی طرف سے تبصرہ اور توضیح بہت کم اور اکثر جگہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یا پھر مصنف نے کہیں کہیں متعلقہ آیات و احادیث کے ترجمہ پر مختصر عنوان قائم کئے ہیں، جو موقع اور موضوع کے عین مطابق ہیں۔

یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ بالا موضوعات پر اردو، عربی اور دیگر زبانوں میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں قرآن و حدیث کے حوالہ ہی سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی تمام تر عظمت اور بزرگی کے باوجود نہ تو اللہ کی طرح نورِ مجسم تھے، اور نہ ہر چیز کے جاننے والے اور نہ ہر کام پر مکمل قدرت و اختیار رکھنے والے، یہ

اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ اگر کچھ لوگ اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں تو انہیں قرآن وحدیث کے دلائل سے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کا حق تو ہے، مگر انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے سیدھے اور سادہ ترجمہ پر مبنی درست عقائد کو توہین رسالت سے تعبیر کریں، جبکہ پروفیسر زاھد حسین مرزا کی مذکورہ کتاب میں اندازِ بیان بھی بہت سی ایسی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں نرم معتدل، اور متوازن اختیار کیا گیا ہے۔

اندریں حالات کوئی خاص گروہ یہ تو شاید کہہ سکتا ہے کہ کتاب کے مندرجات سے اس کے عقیدہ و خیالات کی نفی ہوئی ہے۔ لیکن اس کا یہ کہنا انتہائی غلط بے بنیاد اور حقیقت کے منافی ہوگا کہ مصنف نے کسی بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ طریقہ سے توہین رسالت کے قبیح جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر ایسی کتابوں کو توہین رسالت کے زمرے میں لانے کا سلسلہ شروع ہوگیا تو شاید خدانخواستہ قرآن وحدیث کے سادہ ترجمہ پر بھی پابندی لگانا پڑے گی۔

ساجد میر

الجامعة الاشرفیہ
فیروز پور روڈ لاہور پاکستان
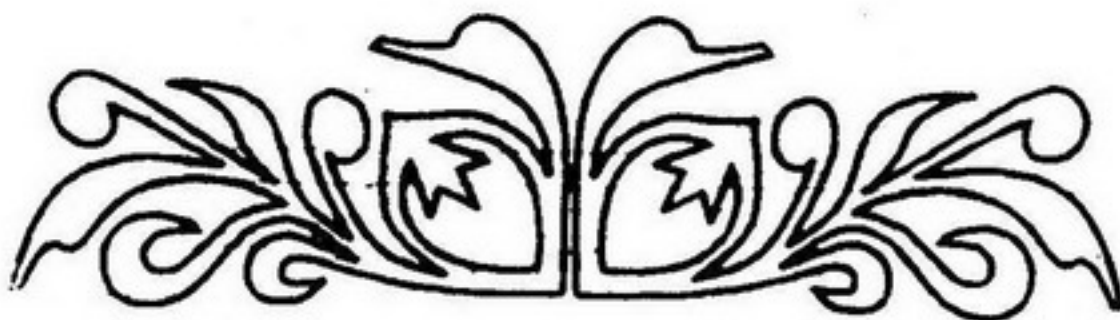
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی رکن نظریاتی کونسل کا بیان مقام نبوت کتاب کے حوالے سے مبنی بر اعتدال ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

بیماری کی وجہ سے میں کتاب کا پوری طرح مطالعہ نہ کر سکا۔

۱۹۹۹/۷/۶

اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

پروفیسر زاہد حسین مرزا کی کتاب مقام نبوت ماشاء اللہ ضروری مسائل دینیہ پر مشتمل کتاب ہے۔ مصنف کی محنت قابل قدر ہے کتاب کی زبان صاف ستھری اور انداز محققانہ ہے دین سے جاہل عوام جو اپنی دنیاداری میں مگن ہے کی اصلاح کے لیے ایسی کتب کی اشد ضرورت ہے۔

نور و بشر کی تحقیق اور علم غیب پر کی گئی بحث ہر بات اکابر کے حوالہ جات اور قرآنی براہین کے ساتھ ہے۔ اللہ کریم مصنف کو اجر عظیم عنایت فرمائیں۔ آمین ثم آمین

والسلام

ضیاء اللہ شاہ بخاری

ناظم اعلیٰ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان

خطیب جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعبہ علوم اسلامیہ
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگست ۱۹۹۹ء

میں نے پروفیسر زاہد حسین مرزا کی کتاب "مقام نبوت جاہلیت اور اسلام کے تصورات" بغور پڑھی۔ مجھے اس میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی جس کی بنا پر مصنف کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے یا انہیں توہین رسالت کا مرتکب قرار دیا جائے۔

غزل کاشمیری

استاذ شعبہ علوم اسلامیہ

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ پلندری آزاد کشمیر

حوالہ نمبر .... تاریخ ۲ ستمبر ۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ: ۲ ستمبر ۱۹۹۹ء

بسم الله الرحمن الرحیم

میں نے "مقام نبوت" پروفیسر زاہد حسین مرزا صاحب کی کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ مصنف کی رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے ان پر کفر یا ارتداد کا فتویٰ لگایا جائے۔ مقام افسوس ہے کہ بغیر کسی تحقیق اور مصنف سے اس کے بارے میں ان کی مراد معلوم کئے ان کو مجرم قرار دے دینا بہت بڑی زیادتی ہے اور اس کے بارے میں جن حضرات نے مصنف مذکور کو قابل مواخذہ قرار دیا ہے ان کا یہ کردار اتنا ہی افسوسناک اور شرمناک ہے۔ اس کے بارے میں انتظامیہ کی جلد بازی اور بغیر کسی تحقیق یا فیصلہ کے تعزیراتی دفعات کا لگانا قطعاً مصنف پر لاگو نہیں ہوتا۔ قابل افسوس ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں انتظامیہ اول فرصت میں اسکی تلافی کا انتظام کر کے اس سے پیدا ہونے والی تشویش کو دور کریگی۔ والسلام

(مولانا) محمد یوسف خان

(رکن اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر)

سرپرست دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری۔ آزاد کشمیر

محمد یونس اثری

مقام نبوت کتاب کے بارے میں رائے

میں نے پروفیسر زاہد حسین مرزا صاحب کی کتاب مقام نبوت کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ پروفیسر زاہد حسین مرزا آزاد کشمیر کی ایک تحقیقی اور علمی شخصیت ہیں۔ ان کی اس کتاب سے کسی قسم کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں نکلتا۔ جو خدا نخواستہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کے زمرے میں آتا ہوں۔ اور نہ ہی پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب "مقام نبوت،، میں اپنی طرف سے کچھ لکھا ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے۔ وہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو پروفیسر صاحب کی اس کتاب کے کسی صفحہ کی کسی عبارت پر یا کسی عبارت کے کسی لفظ پر کوئی اعتراض ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس حصہ کو علماء کے بورڈ میں پیش کرے، یا سپریم کورٹ سے رجوع کرے۔ بلا تحقیق کسی مسلمان کو غیر اسلامی ناموں سے پکارنا شرعاً حرام ہے۔ پروفیسر صاحب آزاد کشمیر پبلک سروس کمیشن جیسے انتہائی اہم ادارہ کے سیکریٹری رہ چکے ہیں اور آزاد کشمیر کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ ان پر اس کتاب کی بنیاد پر کسی قسم کا تشدد، تکلیف انتہائی غیر اخلاقی ہے۔ مقام نبوت کتاب میں آپ ﷺ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ درست ہے۔

محمد یونس اثری

۴۔۷۔۱۹۹۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راقم الحروف نے پروفیسر زاہد حسین مرزا کی کتاب "مقام نبوت" کا مطالعہ کیا ہے۔ مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کے بنیادی عقائد بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں توہین رسالت کا کوئی ایسا پہلو نہیں نکلتا کہ جس کی وجہ سے مصنف پر کفر وارتداد کا فتوی لگایا جاسکے۔

بغیر کسی تحقیق کے کسی مسلمان پر توہین رسالت کا الزام لگانا بہت بڑا گناہ ہے ۔ قرآن و حدیث کے واضح احکامات کو توہین رسالت سے موسوم کرنا انتہائی افسوس ناک اور شرمناک امر ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ اور انتظامیہ کو اسکی فوری تلافی کے لئے کارروائی کرنی چاہیئے۔

والسلام

مولوی فضل کریم
ممبر اسلامی نظریاتی کونسل
وخطیب جامع مسجد صدارتی سیکرٹریٹ مظفرآباد آزاد کشمیر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ڈسٹرکٹ مفتی میر پور، آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر۔

از راجہ بشیر احمد خان ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، میر پور، آزاد کشمیر۔

موضوع۔" مقام نبوت جاہلیت اور اسلام کے تصورات،،

ا۔ کیا مصنف پر اس کتاب میں مندرج عبارات کی رو سے شاتم رسول (ﷺ) کا اطلاق ہوتا ہے؟

۲۔ کیا مصنف گستاخ رسول (ﷺ) ہے؟

۳۔ کیا مصنف منکرین حدیث کے زمرے میں آتا ہے؟

۴۔ کیا اس کتاب میں جمہور اھل سنت کے عقائد کی جان بوجھ کر بدنیتی سے توہین کا پہلو نکلتا ہے یا نہیں۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب اللہ الموفق للصواب

الحمدو اللہ۔ میں نے یہ کتاب پوری تفصیل سے پڑھی ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں حسب ذیل مباحث پر قلم اٹھایا ہے۔

ا۔ انبیاء بشر تھے۔

۲۔ علم غیب

۳۔ نظریہ حاضر و ناظر۔

مصنف نے انبیاء علیہم السلام کی بشریت پر قرآن و حدیث سے حوالے دیے ہیں اور جن کا انکار نہ کوئی بریلوی کر سکتا ہے نہ دیوبندی، نہ اھل حدیث، نہ شیعہ، کیونکہ تمام

مسلمانوں کا قرآن و حدیث کی روشنی ہی پر عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے بنی آدم کی اصلاح کے لئے جتنے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے وہ سب کے سب بشر تھے۔اور نوع بشر سے بھی صرف مرد نبی ہوئے ہیں۔ کوئی خاتون نبیہ نہیں ہوئی۔ لہذا اس مسئلہ میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں۔ اگر کوئی فرد یا جماعت بشریت انبیاء کا انکار کرتی ہے، تو وہ قرآنی آیات کا جواب سوچ لیں، جن میں انبیاء کو بشر کہا گیا ہے۔

۴۔علم غیب پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے قرآن کریم ، تفسیر، اور احادیث کی معتبر و مستند کتب سے حوالے دیئے ہیں جو کہ کتاب میں موجود ہیں۔ اور جہاں تک میرا علم ہے اھل سنت میں سے کوئی بھی نبی کیلیئے علم ذاتی کا قائل نہیں۔ اور اعلام الھی کا کوئی فرقہ منکر نہیں۔ غیب کو بذریعہ وحی انبیاء تک پہنچانا، اور۔ **لایعلم من فی السموا ت والارض** کو **الامن الرتضی** ۔کے ساتھ استثناء کو اھل سنت کے تمام فرق تسلیم کرتے ہیں۔ علم غیب کلی ذاتی انبیاء کیلیئے ثابت کرنا بجائے خود کفر ہے، اور علم عقائد اور فقہ کی کتب میں اس مسئلہ پر علماء نے تفصیلاً بحث کی ہے۔اسی طرح اعلام عن انبیاء الغیب کا انکار تو وحی کا انکار ہے،لہذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی لفظی نزاع ہے۔

اصل صورت حال بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انبیاء از خود کوئی خبر نہیں دے سکتے اور یہی جمہور اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

۳۔ نظریہ حاضر ناظر پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے قرآن کریم میں بیان کردہ قصص، سے استدلال کیا ہے اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام مریم علیہا السلام موسیٰ علیہ السلام واقعہ معراج حضور ﷺ کے جان نثار صحابہ کی سرکار کی طرف سے بطور گورنر اور قائم مقام تقرری۔ انتخاب خلیفہ سے استدلال کیاہے اور فقیر اس پر اضافہ کرتے ہوئے عرض گذار ہے کہ اگر سرکار ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہوتے تو ہجرت کی ضرورت ہی پیش نہ آتی غارِ ثور غار حراء میں قیام کا تصور بھی خارج از بحث ہو جاتا ہے لہذا اس مسئلہ میں بھی مصنف نے اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف کوئی بات نہیں لکھی۔

لہذا! مندرجہ بالا شرعی رائے کے بعد جو کتاب سے متعلق تھی۔ سوالات کا جواب حسب ذیل ہے مصنف نے اپنی کتاب میں حسب ذیل مراجع سے استدلال کیا ہے۔

قرآن کریم، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح مسلم نووی، خالص الاعتقاد، سیرت ابن ھشام موضوعات کبیر، میزان الاعتدال، تاریخ الکبیر، تہذیب التہذیب، انقلاب ایران اور شیعہ حکومت کا قیام۔ مصنف قران و حدیث پر قطعی یقین و ایمان رکھتا ہے۔ اگر وہ گستاخ ہوتا تو وہ قرآنی آیات اور احادیث سے استدلال نہ کرتا (الحق احق ان تتبع) حق کی پیروی بہر حال کرنی چاہیے۔ و لو کان ذا قربیٰ۔ چونکہ مصنف باقاعدہ درس نظامی کا فارغ التحصیل نہیں محض مطالعہ کرنے کی بنیاد پر انہوں نے نازک مسائل پر قلم اٹھایا ہے اس لئے بعض مقامات پر تعبیر نامناسب ضرور ہے۔

مگر اسے گستاخی نہیں کہا جاسکتا تعبیر کی غلطی کم علمی کی دلیل ضرور ہے۔ لیکن اسے اہانتِ رسول ﷺ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جو شخص حضور ﷺ پر پانچصد چھیاسٹھ دفعہ درود بھیجتا ہو اسے کس طرح گستاخ قرار دیا جا سکتا ہے مصنف کی اپنی تحریر میرے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں "نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ ہی کو انسانیت کے لیئے نمونۂ حیات سمجھتا ہوں اور آپ کی اتباع کو فلاح و نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں نبی کریم ﷺ کی تکریم کو جزوِ ایمان سمجھتا ہوں اور میری رائے میں توہین نبوت کرنے والا شخص کافر اور فاسق ہے اللہ ہر مسلم کو اپنے فسق و فجور سے اپنی پناہ میں رکھے "آپ ﷺ کی رسالت منتہائے بشریت ہے۔ آپ ﷺ افضل البشر اور سید البشر ہیں"

اس طرح کی عبارات کے محرر کو گستاخِ رسول ﷺ یا شاتم رسول ﷺ کے خوفناک فتوے سے دائرہ اسلام سے خارج کرنا میرے نزدیک قرین انصاف نہیں فتاویٰ قاضی خان جلد دوم میں ہے "اذاعاب الرجل النبی علیه السلام فی شئ كان كافرا و ذكر فی الاصل ان شتم النبی ﷺ كفر" کہ حضور ﷺ کے عیب نکالنا کفر ہے اور حضور ﷺ کو

گالی دینا کفر ہے۔ (ج ۲ ص ۴۶۸ بلوچستان بکڈپو کوئٹہ)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیاء کو یا جناب نبی کریم ﷺ کو بشر کہنا یا ذاتی علم غیب کی نفی یا حاضروناظر کی نفی، مختار کل کی نفی قران و حدیث سے کرنا عیب ہے؟ اگر یہ عیب ہے تو پھر قرآن کریم اور احادیث کا کیا ہو گا جس میں مندرجہ بالا موضوعات پر ایک نہیں درجنوں آیات موجود ہیں۔ ایک حدیث نہیں بیسیوں احادیث موجود ہیں۔ تو کیا قرآن کریم کی آیات کو بھی گستاخی پر محمول کیا جائے گا کیا احادیث صحیح کو بھی گستاخی پر محمول کیا جائے گا فریق دعویٰ (مدعی) کو چاہیے کہ وہ شتم اور گستاخی کی تعریف کریں کہ شتم اور گستاخی کسے کہتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے فتاوی قاضی خان ص ۴۶۸ میں لکھا ہے کہ ۔ ولو قال جن النبی علیه السلام ذکر فی النوادر الصلاة انه کفر و یجوزان یقال اغمیے علی النبی علیه السلام ملاحظہ کیجئے کہ بے ہوش کا لفظ کہنا جائز ہے اس طرح قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ یوشع (ان کے ساتھی) اور موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے بھاگ جانے پر بھول گئے (سورۃ کہف ۶۱) اور دور جا کر یاد آیا کہ ہم نے تو وہیں سے تلاش شروع کرنا تھی جہاں سے مچھلی بھاگی۔ پورا قصہ سورۃ کہف میں موجود ہے اسی طرح ۔ واذکر ربك اذا نسیت (کہف ۲۴) میں بھی ہدایت ہے کہ اگر بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔

احادیث صحیحہ میں سجدہ سہو اور ازواج مطہرات کے آپس میں مشاجرات وغیرہ موجود ہیں ایلاء کا قصہ موجود ہے قرآن کریم میں بقول ماریہ قبطیہ اور بقول بعض شہد سے اجتناب کا قصہ موجود ہے اور اس پر سورۃ تحریم کا نزول بطور عتاب کیا ان تمام آیات و آحادیث کو خدانخواستہ توہین پر محمول کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں نہ ان سے توہین ہوتی نہ مقصود توہین ہے۔ بلکہ یہ وہ واقعات ہیں جو آپ کی حیاتِ مبارکہ میں پیش آئے۔ لہذا گستاخ یا شاتم کا اطلاق غلط ہے۔

نمبر ۳۔ کے جواب میں عرض ہے کہ مصنف نے پوری کتاب میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے حوالے دیئے ہیں کہ تو جو شخص خود حدیث سے حوالے دیکر اپنا

موقف ثابت کرتا ہو اسے منکر حدیث کہنا زیادتی ہی نہیں بد نیتی ہے البتہ مصنف نے اس کتاب میں بعض مقامات پر علمی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے جو ان کے اس میدان میں یعنی اصول حدیث اور اصول فقہ میں دسترس نہ ہونے کی واضح دلیل ہے انہیں اس میدان میں راہوارِ قلم دوڑانے کی ضرورت نہ تھی۔ ص ۱۴ پر انہوں نے خالص اصولی مسائل کو چھیڑا جن کا انہیں قطعی ادراک نہیں اس سے انہیں اجتناب کرنا چاہیے تھا۔ فقہ حنفی کے اصول کی کتب کا مطالعہ کیے بغیر اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے ان کا قلم پھسلتا چلا گیا ہے جن سے انہیں رجوع کرنا چاہیے تاہم مصنف نے حدیث کا انکار نہیں کیا اور اس موضوع پر راقم مفصل تبصرہ مع دلائل و براہین محض احقاق حق کے لئے آئندہ پیش کریگا۔ اور اس میں برھن کیا جائے گا کہ حدیث کا تشریعی مقام کیا ہے ؟ کون سی احادیث قطعی الثبوت ہیں؟ کون سی ظنی الثبوت ہیں اور ان میں سے ہر ایک قسم پر مرتب ہونے والے احکام کے جاحد کا کیا حکم ہے ؟

۴۔جمہور اہل سنت میں عصر حاضر میں آئمہ اربعہ کے مقلدین اور غیر مقلدین شامل ہیں پاک و ہند میں مقلدین دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں دیوبندی، بریلوی۔ اور غیر مقلدین میں اہل حدیث حضراتؒ ہیں ۔ کتاب ہذا میں بعض بریلوی عقائد کی نفی کی گئی ہے اور دیوبندی اور اہلحدیث نقطۂ نظر کو واضح کیا گیا ہے اور عقائد کا بیان کرنا نہ تو کسی کی توہین ہے اور نہ گستاخی۔ شیعہ حضرات اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ متعہ کو سنت ثابتہ کہتے ہیں جناب علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو افضل اور حقدار خلافت سمجھتے ہیں اور سنیوں کی مرتب کردہ احادیث کو احادیث صحیحہ تسلیم نہیں کرتے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اہل سنت کی توہین کرتے ہیں دیوبندی اور بریلوی حضرات نے نہ صرف اپنے عقائد ثابت کرنے کیلئے بلکہ ایک دوسرے کے عقائد کو غلط ثابت کرنے کیلئے سیکروں کتابیں لکھی ہیں جو پورے پاکستان میں دستیاب ہیں مگر نہ تو انہیں بد نیتی

پر مبنی قرار دیا گیا ہے اور نہ توہین مذہب پر مبنی قرار دیا گیا ہے ہر سال رمضان میں حنفیوں اور اہل حدیث حضرات میں آٹھ اور بیس تراویح پر بحث ہوتی ہے اشتہارات چھپتے ہیں مگر کوئی کسی کو توہین کا ملزم نہیں ٹھہراتا آئمہ اربعہ کے درمیان اختلافات سے فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر نہ تو حنفیوں نے شافعیوں سے کہا تم ہماری توہین کرتے ہو اور نہ ہی حنفیوں اور مالکیوں نے ان دونوں فرقوں سے کہا کہ تم توہین کرتے ہو منی کے پاک اور ناپاک ہونے پر مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان اختلاف موجود ہے اکسال یعنی کیا انزال کے بغیر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں یہ اختلاف صحابہ میں موجود رہا مگر کسی نے ایک دوسرے پر توہین کا الزام عائد نہیں کیا معوذتین قرآن کا حصہ ہیں یا نہیں اس پر اختلاف رہا اور قاضی خان میں۔ ص ۷۱۴ پر تحریر ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ معوذتین قرآن کا حصہ نہیں تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا لہذا اختلاف کو توہین کا نام نہیں دیا جا سکتا رہا بد نیتی کا سوال تو یہ مصنف سے پوچھا جا سکتا ہے کیونکہ ۔صاحب البیت ادری بما فیہ ۔گھر والا خوب جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے محاورات، ضرب الامثال اور الفاظ کو اس زبان کے تناظر میں دیکھا جائے گا اور مصنف سے مراد پوچھی جائے گی کوئی دوسرا شخص کسی مبہم کو موضح نہیں کر سکتا کیونکہ ۔ان اللہ علیمٌ بذات الصدور۔ (لقمان ۲۳)

اس کتاب میں تصوف، اقسام احادیث اور مسعود الدین عثمانی جیسے موضوعات پر بھی مفصل تبصرہ کسی آئندہ فرصت ہی کروں گا۔

واللہ اعلم

قاضی محمد رویس خان ایوبی ڈسٹرکٹ مفتی میرپور

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مورخہ ۲۶/ ۷/ ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے پروفیسر زاہد حسین مرزا کی کتاب مقام نبوت کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہے یہ کتاب دراصل ایک اطالوی نوجوان کے سوالات اور مختلف شکوک وشبہات کا جواب ہے جو خصوصا بر صغیر کے بعض مسلمان دوستوں سے ملاقات کے بعد اس کے ذہن میں پیدا ہوئے چونکہ مصنف کتاب جناب زاہد حسین مرزا صاحب کا تعلق آزاد کشمیر سے ہے وہاں انہوں نے طالب علمی اور پھر تدریس اور تصنیف و تالیف ہی میں اپنی زندگی کا بڑا حصہ گزارا ہے اس لئے نوجوان کے سوالات کے جولبات دینے میں وہ حق بجانب ہیں کیونکہ وہ اس ماحول اور اس میں پائی جانے والی خرابیوں سے خوب واقف ہیں۔

اس کتاب میں مرزا صاحب نے کوشش کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے حوالہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو قرآن و سنت کی صاف اور شفاف تعلیمات کی روشنی میں واضح کیا جائے اس لئے وہ ہر مسئلہ کے ساتھ قرآن مجید کی متعدد آیات اور پھر کتب احادیث سے استدلال پیش کرتے ہیں اور حدیث کے حوالہ سے عرف عام میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے اصول حدیث کے قواعد کے مطابق حسب ضرورت راویوں پر نقد و تبصرہ بھی کرتے ہیں تاکہ حدیث کی صحت اور ضعف کی وجہ بھی سامنے آسکے اور اس کے بعد بطور تائید مختلف علماء کرام اور اکابرین امت کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی مسئلہ کو سمجھنے میں یہی اصول ہے کہ ہر مسئلہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہی سمجھا جائے کیونکہ یہی دین کی اصل ہے لیکن

چونکہ کسی آیت یا حدیث کا مفہوم متعین کرنے میں بسا اوقات غلطی کا احتمال ہے اس لئے اکابرین امت کے اقوال بھی پیش نظر رکھے جانے چاہئیں لہذا مصنف نے اسی علمی اصول کو اپنی کتاب میں اپنایا ہے۔

کتاب بغور پڑھنے کے باوجود مجھے اس میں کوئی بات خلاف حقیقت نظر نہ آئی اور نہ اس کتاب میں توہین یا گستاخی رسول ﷺ کا کوئی پہلو نکلتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ امت مسلمہ کے معتبر اور مستند علماء کرام میں سے کوئی بھی اس کتاب میں اختلاف رائے تو کر سکتا ہے لیکن اہانت کا پہلو نہیں نکال سکتا۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

محمد عبد الہادی العمری

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

یکم محرم ۱۴۲۱ھ ۵ / اپریل ۲۰۰۰ء
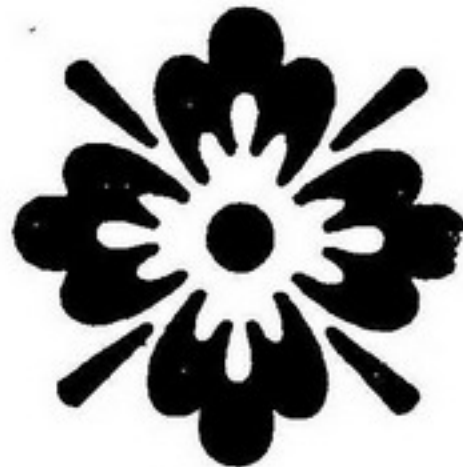
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم نے کتاب ''مقام نبوت'' کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں قطعاً ایسی کوئی تحریر موجود نہیں جس سے گستاخیٔ رسول ﷺ کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ یہ سراسر بہتان ہے۔

۱- پروفیسر عبد اللطیف انصاری ایم اے اسلامیات ایم اے عربی (ریٹائرڈ سیکرٹری) حکومت آزاد کشمیر۔

۲- پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود ڈین شعبہ اسلامیات آزاد کشمیر یونیورسٹی میر پور (اچانک کسی کام سے اسلام آباد گئے ہیں)۔

۳- پروفیسر محمد مرتضٰی ایم اے اسلامیات (پرنسپل R) مکان نمبر ۱۱۵ سیکٹر بی ۵ میر پور۔

۴- پروفیسر راجہ نور الصمد ایم اے اسلامیات۔ ایم اے عربی مکان سیکٹر بی ۳ میر پور۔

۵- سردار محمد اعظم ایم اے ایل ایل بی علوم شریعہ ایڈووکیٹ مکان نمبر ۱۱ / 3A / C میر پور

۶- پروفیسر محمد رفیق قریشی ایم اے اسلامیات / اردو / فارسی۔ (پرنسپل R) مکان نمبر میر پور

۷- پروفیسر ضیاء الرحمٰن۔ ایم اے اسلامیات / ایم اے عربی میر پور۔

۸- محمد رفیق قریشی ایم اے اسلامیات / عربی۔ میر پور۔

۹- پروفیسر نور الحسن فدا ایم اے اسلامیات ایم اے عربی ، فاضل مرکزی دار العلوم نعمانیہ لاہور امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی الریاض سعودی عرب۔

۱۰- عبد الشکور خطیب جامع مسجد میر پور (ملاقات نہیں ہو سکی)

۱۱- عبد الغفور خطیب جامع مسجد میر پور

۱۲- علامہ فضل الرحمٰن میر پور (ملاقات نہیں ہو سکی)

۱۳- محمد علی خضر ایم اے اسلامیات / ایل ایل بی پرنسپل اسلامک فاونڈیشن کالج

II-۵ / اے میر پور۔ =

۱۴- قاری محمد حسین (سابق خطیب مسجد اہل حدیث ۳ / ی) سیکٹر ۳ / سی و مدرس پائیلٹ

H/S نمبر ا میر پور۔

۱۵- قاری محمد گلزار

۱۶- قاری اعظم صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث ۳ / بی میر پور۔

۱۷- محمد صدیق صاحب خطیب جامع مسجد نانگی اہل حدیث۔

۱۸- میجر (ر) محمد منظور پرنسپل مسلم لیڈرز اکیڈمی کھمبال سیکٹر ۵ / بی ایم اے

اسلامیات / بی ایڈ۔

۱۹- مولوی عبدالصمود میر پوری ایم اے فاضل مدینہ یونیورسٹی۔ (سعودی عرب)
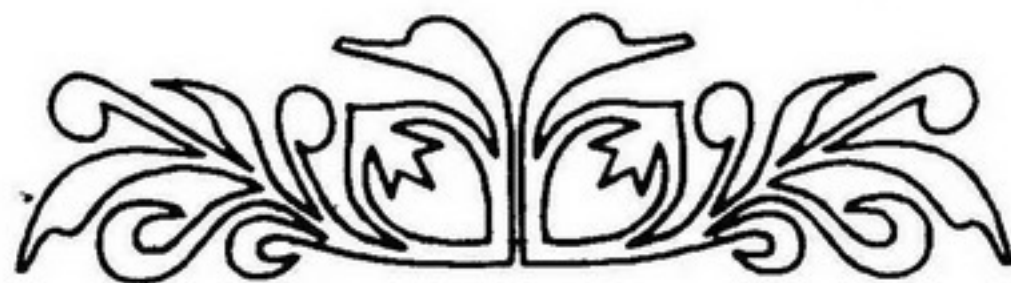
بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اٹلی کے ایک عیسائی نوجوان نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے اس کا سات صفحات پر مشتمل انگریزی میں ٹائپ شدہ ایک طویل خط موصول ہوا۔ لکھا تھا " میں نے چار سال تک اسلام کا گہرا مطالعہ کیا تو اس کی سچائی اور حقانیت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اسی دوران ایک پاکستانی (کشمیری) سے بھی دوستی ہو گئی۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق جو کچھ میں نے پڑھا اور سنا تھا میرے اس پاکستانی دوست کے نظریات اس کا الٹ نکلے خاص کر پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ہمارے درمیان ہر روز جھگڑا رہتا ہے۔ میں اس شخص کو چھوڑ بھی نہیں سکتا کہ قبول اسلام میں اس کی تحریک کا بھی حصہ ہے۔ میں انتہائی پریشان ہوں۔ یہاں کچھ پاکستانی اور عرب بھی رہتے ہیں۔ ان میں اکثر میرے ہم خیال ہیں لیکن میرا دوست مجھے ان سے ملنے نہیں دیتا کہ یہ وہابی اور دیوبندی ہیں لہذا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ میں مندرجہ ذیل سوالات کے جولبات کے لئے آپ سے رجوع کروں" اور پھر اس نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی جس میں اہم سوال ہے۔

(The Status of the Holy Prophet (PBUH)

یعنی مقام مصطفیٰ ﷺ ؟ پاکستانی دوست کے کہنے پر اس نو مسلم نے میر پور ہی کے ایک شخص کے نام خط لکھا اور پھر میری خوش نصیبی کہ وہ خط بالآخر مجھ تک آ پہنچا میں نے حسب توفیق اس نوجوان کو ایک طویل خط لکھا۔۔۔۔ یہ کتاب اسی خط کی شرح ہے۔

یورپ کے تاریک اور انسانیت سوز معاشرے کا یہ نوجوان اپنے سینے میں اسلام کے لئے شدید محبت اور بے پناہ تڑپ رکھتا ہے اس کی علمی اور فکری بلندیوں کو دیکھتے ہوئے ایک طرف تو یہ احساس ہوتا ہے۔ کہ وہ یورپ میں احیائے اسلام کا ایک بڑا ذریعہ بنے گا جب کہ دوسری طرف پاکستانی اسلام کی غربت اور بے بسی پر انتہائی دکھ اور افسوس ہوتا ہے اس نو مسلم کا نام Fadl Matteo Baltrami ہے۔ شمالی اٹلی کے شہر Brecia میں رہتا ہے رابطے کے لئے اس کا فون نمبر ۔(+39-30-230-00-03)(Ask for Mat-teo) ہے۔ میں یہ کتاب اسی کے نام منسوب کرتا ہوں۔

زاہد حسین مرزا

باب اول

گمراہی پر اتحاد کی ایک جھلک

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر قوم کی اصلاح و رہبری کے لئے ہر دور میں انسانوں ہی میں سے کچھ لوگوں کو مبعوث و مامور کرتا رہا۔ جنہیں ہم انبیاء اور رسل کہتے ہیں۔ آج اگر دنیا میں کہیں نیکیوں کا کوئی سراغ ملتا ہے تو وہ انہی لوگوں کی وجہ سے ہے تخلیق، شکل و صورت، جسمانی ساخت وصفات اور ضروریات کے لحاظ سے وہ بھی انسان ہی تھے۔ ان کے آباؤ اجداد، اولاد و رشتہ دار سب کا تعلق نسل انسانی ہی سے تھا۔ وہی ضروریات زندگی، کھانے پینے کی حاجات۔ غم و خوشی کے احساسات و جذبات، پیدائش و شیر خوارگی کا دور، جوانی و بڑھاپے کی منزلیں بیماری و صحت اور موت و حیات کا سلسلہ الغرض تمام قوانینِ فطرت جو عام انسان پر لاگو ہوتے ہیں ان پر بھی لاگو تھے۔ اس لئے کہ وہ بھی انسان ہی تھے۔

انسانوں کی اکثر شروع ہی سے یہ بدقسمتی رہی ہے کہ انہوں نے چوروں، ڈاکوؤں، غنڈوں اور بدمعاشوں کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ انہیں اپنا قائد و رہنما بھی تسلیم کیا۔ نہیں برداشت کیا تو ان لوگوں کو جو داعیان حق ان کے حقیقی خیر خواہ اور مثالی کردار کے حامل تھے۔ اکثریت نے یہی سمجھا کہ انسانی فطرت میں شر اور بدی کے سوا کچھ بھی نہیں اس کی حقیقت اس قدر حقیر ہے کہ اسے کائنات کی ہر چیز کے سامنے جھک جانا چاہیے چنانچہ ایک طرف تو اس نے شجر و حجر اور مظاہر فطرت کی پرستش شروع کر دی تو دوسری طرف بدی اور سفاکی میں درندوں کو بھی مات کر دیا انہی اعمال کو دیکھتے ہوئے اس نے یہ فرض کر لیا کہ انسان فطرت میں شر اور برائی کا مرکب ہے اگر وہ کسی خیر کا دعویدار یا داعی ہے تو جھوٹا ہے۔ کہ انسانی فطرت میں اس کی گنجائش ہی نہیں اور اگر وہ شخص اپنے دعوئ میں سچا ہے تو پھر نوعِ انسانی کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ نہیں بلکہ لباس بشریت میں

وہ کوئی آسمانی اور نورانی مخلوق ہے یہ بڑا ہی غلط اور مایوس کن فیصلہ تھا۔ جس نے آج تک انسانوں کو ضلالت اور گمراہی کے سوا اور کچھ بھی نہیں دیا۔

ہر داعی حق نے اپنی قوم کے سامنے برملا بار بار اعلان کیا کہ : میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں فرق صرف یہ ہے کہ مجھے اس کام کے لئے چن لیا گیا ہے۔ لیکن لوگ نہ مانتے۔ اسی کشمکش میں داعی حق جب دنیا سے رخصت ہو جاتا تو پھر لوگوں کو احساس ہوتا کہ " وہ تو کردار و عمل کا ایک مثالی نمونہ تھا جس نے ظلمت و گمراہی کی وادیوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف، نیکی، انسانی اخوت و بھائی چارہ اور رشد وہدایت کے چراغ روشن کئے تھے۔ لہذا بلاشبہ وہ ہادی برحق، او تار، نبی اور مرسل تھا۔ چونکہ وہ سراسر نیکی و بھلائی کا پیکر تھا لہذا انسان نہیں بلکہ دیوتا، بھگوان، فرزند باری تعالیٰ اور نور من نور اللہ تھا جو لباس بشریت میں انسانی رہنمائی کے لئے آیا تھا۔ حقیقت میں اولاد آدم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا،، انسانوں کا یہ دوسرا گمراہ کن اور افسوس ناک فیصلہ تھا چنانچہ آج تک دنیا کی کسی بھی قوم نے اپنے انبیاء ورسل اور ہادی و مصلح کو انسان تسلیم نہیں کیا۔ ہندوؤں نے انہیں برہما (اللہ تعالیٰ) کے جسم کا حصہ قرار دیا۔

ہندی مذہب کی تاریخ بہت پرانی ہے ویدوں کے دور سے گیتا کے دور تک بے شمار رہنما اور مصلحین عقیدت کے پردوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ ہندوؤں کے ۱۳۲ او تار ہیں۔ او تار کے معنی ہیں کہ کہ خود خدا انسانی روپ میں نازل ہوا۔ گیتا ان پندو نصائح اور "اپدیش" کا مجموعہ ہے جو "شری کرشن" نے مہا بھارت کی جنگ میں ارجن کے نام جاری کیں۔ بعد میں اس کا نام "بھگوت گیت" رکھا جو آگے چل کر صرف "گیتا" کہلائی ہندوستان کے سابق صدر راجگوپال اچاریہ نے "مہا بھارت" کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جس میں جنگ کے بعد شری کرشن نے ایک برہمن سے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا۔

I am born in various bodies from time to time to save

(دنیا کے تحفظ اور the world and establish the good (Page 310)
اچھائی کو برقرار رکھنے کے لئے میں وقتاً فوقتاً مختلف اجسام میں جنم لیتا رہتا ہوں) لہٰذا دیگر رہنماؤں کی طرح شری کرشن بھی ہر وقت دنیا میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی دور اور جگہ ان لوگوں سے خالی نہیں۔

گوتم بدھ نے ان نظریات سے بغاوت کی اسے ہندومت کا باغی کہا جاتا ہے اس نے بت پرستی کے خلاف شدید اور بھرپور تحریک چلائی لیکن آگے چل کر بڑا ہی افسوسناک سانحہ رونما ہوا۔ اور وہ یہ کہ دنیا میں سب سے زیادہ اسی کے بت بنائے اور پوجے گئے حالانکہ اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جو ہندوؤں نے اپنے مصلحین کے ساتھ کیا۔ لیکن گوتم بدھ کے مقام کا تعین کرنے کے لئے جو مجلس "راجگیری" میں منعقد ہوئی اس میں یہ طے پایا کہ بدھ کے دو وجود تھے۔ ایک ظاہری وجود جو لباسِ بشریت میں دنیا کے سامنے موجود رہا اور دوسرا حقیقی وجود جو بشریت سے ماورا سراسر نورانی وجود تھا۔ اب دنیا میں جو بدھ بھی پیدا ہوتا ہے وہ بدھ کے نورانی وجود ہی کا پرتو ہے جین مت والوں نے آغاز میں کچھ تجدیدی کام کئے لیکن جلدی ہی ہندومت کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس طرح اپنا الگ وجود برقرار نہ رکھ سکے۔

چین میں بھی ایک عظیم آسمانی ہستی کا تصور موجود رہا ہے آگے چل کر کچھ ہستیوں کو اس عظیم آسمانی طاقت میں شریک کر لیا گیا اور وہ بھی انہی صفات کی حامل قرار پائیں پانچویں صدی قبل مسیح کا زمانہ اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ اس میں بڑے بڑے ریفارمر پیدا ہوئے ہندوستان میں جین اور گوتم بدھ، ایران میں زرتشت اور چین میں کنفیوشش اور لاؤ (LAO- TZU)۔ ان سب کا مقصد آریائی سلسلہ مذہب میں خرابیوں کی اصلاح کرنا تھا۔ لیکن جیسا کہ ایران اور ہندوستان میں ہوا۔ چین میں بھی کنفیوشش اور لاؤ کو بالآخر وہی مقام دیا گیا جس کی نفی کے لیے ان لوگوں نے تحریکیں برپا کیں اہل تبت نے دلائی لامے کو خالق قرار دے دیا۔ یہود و نصاریٰ کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے

حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے قرار دے کر مقام بشریت سے اٹھا کر مقام الوہیت پر براجماں کر دیا۔ عیسائیت سے قبل ووڈن نے صدیوں یورپ پر خدائی کی۔ تاتاریوں نے الفوائیگم کے حرامی بچوں کو فرزندانِ نور قرار دے دیا۔ مسلمان بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے جن کے ایک فرقے کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ان کا جسم نورانی تھا۔ پھر یہ نور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں منتقل ہوا۔ اور پھر امام کی بڑی اولاد نرینہ میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ، علی رضی اللہ عنہ اور آغا خان ایک ہی نور سے ہیں (۱) جب کہ ایک اور فرقے کے نزدیک نبی کریم ﷺ "خدا تو نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں" وہ سراپا نور ہیں جو لباس بشریت میں تشریف لائے۔ عالم الغیب کائنات کے ذرے ذرے کو جاننے والے حاضر و ناظر، مختار کل، یعنی (اس کائنات میں جو کچھ چاہیں کریں) اور قاسم رزق، یعنی مخلوقِ خدا کو رزق پہنچانے والے۔ یہی عقیدہ ہندوؤں کا بھی ہے۔ سبحٰنہٗ و تعلٰی عما یقولون علوا کبیرا

اب دنیا کی صورت حال کچھ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا میں ہر وقت اور ہر جگہ موجود۔ یہی صورت حال حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کی بڑی اولاد نرینہ۔۔۔ اور ۔۔۔۔ آغا خان کی ہے۔

ہندوؤں کے مصلحین دنیا میں آتے جاتے رہتے ہیں کام ان کا بھی وہی ہے۔ بدھ مت کے رہنما دنیا سے رخصت ہونے کے بعد پھر واپس تو نہیں آتے لیکن اس کا انتظام کر کے جاتے ہیں کہ دنیا بدھ کے وجود سے خالی نہ رہے لہذا نیا بدھ چارج سنبھال لیتا ہے تو پرانا واپس چلا جاتا ہے عیسائیت میں بھی ہر پوپ کو وہی مقام حاصل ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا۔ وہ ان کا بااختیار نائب کہلاتا ہے جس کی بدولت اسے لوگوں کے گناہوں کو

(۱) انقلاب ایران اور شیعہ حکومت کا قیام از صابر جعفری مکتبہ صوت الاسلام فیصل آباد

معاف کرنے اور انہیں جنت دوزخ الاٹ کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ عیسائی، یہودی اور برہمن اپنے سوا کسی کو جنت میں داخلے کی اجازت نہیں دیتے۔ مسلم صوفیا نے بھی اعلان کر رکھا ہے کہ جنت ان کے مریدوں ہی کے لیے بنائی گئی ہے۔

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا!

ہندوؤں کے نزدیک گرو کا خوش رکھنا خدا کے خوش رکھنے سے زیادہ اہم ہے۔ اس لیے کہ خدا (ہر) اگر روٹھ جائے تو گرو راضی کرالے گا۔ لیکن گرو ناراض ہو جائے تو ہر (خدا) کچھ نہیں کر سکے گا۔ یہ شعر ملاحظہ ہو

ہر روٹھے تب تھوڑ ہے گرو روٹھے نہیں تھوڑ
ہر روٹھے گرو میل سی گرو روٹھے ہر ناہ

اور مسلمانوں کا یہ نعتیہ جملہ ملاحظہ ہو۔

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد ﷺ
محمد ﷺ کے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا۔

(ہندو / مسلم نظریات کی ہم آہنگی ملاحظہ کرنی ہو تو راقم کی کتاب "اہل حرم کے سومنات" دیکھ لیں)۔ اہل چین، زرتشت اور کلدانیوں کا بھی یہی حال ہے اس کھچڑی کو دیکھتے ہوئے مشہور یورپی مفکر SPENGLER اس نتیجے پر پہنچا کہ قدیم کلدانی مذہب، زرتشتی، یہودیت، نصرانیت اور اسلام "مجوسی مجموعہ مذہب" ہی کی مختلف شکلیں ہیں (۲) علامہ اقبال نے اس کا بڑا خوبصورت اور مدلل جواب دیا لیکن وہ بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ "اسلام پر مجوسیت کا غلاف چڑھ گیا ہے" اصل عبارت ملاحظہ ہو

"That a magian crust has grown over Islam, I do not deny"(3)

اس فساد کے ذمہ دار مذہبی پیشوا ہیں جنھوں نے دین فطرت میں اپنی اپنی ایجادات کا اضافہ

---

(2) Decline of the West. (3) The Reconstruction of Religious Thought in Islam -(Lecture v)

کر کے حلیہ بگاڑ دیا۔ لیکن جہالت و گمراہی میں ہم آہنگ و یک رنگ ہوتے گئے جہالت و گمراہی پر نسل انسانی کا اتحاد ایک عجیب اتفاق ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جملہ ادیان میں بگاڑ پیدا کرنے والوں نے باہم مشورہ کر کے ان نکات پر اتفاق کر لیا ہے کیونکہ ان کے درمیان صدیاں حائل ہیں اور یہ مختلف اقوام میں پیدا ہوئے جن میں جغرافیائی اور نظریاتی بعد بھی تھا۔

ہم ان سب کو سچا تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ ایسی صورت میں ہر مذہب بیک وقت سچا بھی ہوگا اور جھوٹا بھی۔ اس لئے کہ ہر گروہ اپنے سوا دوسروں کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ قرآن نے اعلان کر دیا ہے کہ تمام قوموں کے پاس انبیاء اور رسل آئے جو سارے کے سارے سچے تھے۔ مسلمانوں پر اس حقیقت کو تسلیم کرنا فرض قرار دیا گیا۔

لیکن افسوس کہ وہ دین جو دوسروں کے پھیلائے ہوئے اندھیروں کو محو کرنے آیا تھا آج اسی کے پیرو خود اندھیروں کا باعث بن رہے ہیں۔اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ادیان میں جملہ بگاڑ کے ذمہ دار مذہبی پیشوا ہی رہے ہیں۔ خود قرآن نے گواہی دی کہ احبار و رہبان (ہماری اصطلاح میں علماء اور مشائخ) کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ لوگوں کا مال جھوٹ اور فریب سے کھاتے ہیں اور دوسرا وہ اللہ تک جانے والے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں (التوبہ ۳۴)۔ ان لوگوں نے حقیر داموں ادیان کا سودا کیا۔ کروڑوں انسانوں کا جم غفیر دین فروشی کے دھندے میں مصروف رہا ہے اور اب بھی پوری دنیا میں یہی سلسلہ جاری ہے۔ اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی میں جکڑنے کے لئے ان لوگوں نے ہر دور میں نئے خدا تراشے۔ ہر زمان در جستجوے پیکرے۔ محسن انسانیت ﷺ کا نسل انسانی پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گرے ہوئے لوگوں کو شرف انسانیت سے متعارف کرایا۔ اور ہر چوکھٹ پر جھکنے والوں کو صرف ایک ہی ہستی کے سامنے جھکنے کی تلقین کی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان اندھیروں کو کس طرح مٹایا۔

باب دوم

قرآنی فیصلہ ۔ کہ تمام انبیاء ورسل بشر تھے۔

قرآن آخری کتاب اور صاحب قرآن آخری رسول ہیں۔ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ جملہ انبیاء و رسول بشر تھے۔ جب وہ مبعوث ہی انسانوں کے لئے ہوئے تو لازماً انہیں بھی انسان ہی ہونا چاہیئے۔ جس کا دوسرا نام بشر ہے۔

قرآن حکیم میں یہ لفظ ۳۷ بار آیا ہے۔ کفار نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے کے لئے ان کی صفات بشری کا ہی سہارا لیا جس کے جواب میں قرآن مجید نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس حقیقت کا برملا اعلان کیا کہ بشریت میں سب برابر ہیں بشر کا دوسرا نام انس یا انسان ہے قرآن حکیم میں لفظ انسان ۶۵ اور انس ۱۸ مرتبہ آیا ہے یہ سب نام ایک ہی مخلوق کے ہیں جو خاک سے پیدا کی گئی۔ اسے کہیں بشر کے نام سے پکارا گیا تو کہیں انسان کہا گیا اختصار کے لئے مندرجہ ذیل آیات کا حوالہ کافی ہے۔

۱۔ **بشر : و إذ قال ربك للملئكة إنى خالق بشرا من صلصل من حمإ مسنون** (الحجر ۲۸) (اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں سڑی ہوئی مٹی کے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں)۔

۲۔ **انسان : ولقد خلقنا الإ نسان من صلصال من حمإ مسنون** (الحجر ۲۶) (ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی سے بنایا) الفاظ ملاحظہ ہوں صلصال من حمإ مسنون اس ارضی مادے سے جو مخلوق بنی۔ اسے بشر بھی کہا گیا اور انسان بھی۔ جملہ نوری و ناری مخلوقات نے (سوائے ابلیس کے) اسی بشر کو سجدہ کیا۔ ابلیس نے انکارِ سجدہ کی وجہ بیان کی کہ **لم أكن لأسجد لبشر خلقته من صلصال من حمإ مسنون** (الحجر ۳۳) (میں

ایسی ہستی کو سجدہ نہیں کر سکتا جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے گارے سے بنایا ہے)۔ بشر کو ہی انس کہا گیا۔ جو تنہا رہنا پسند نہیں کرتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی کا نام بشر۔ انس و انسان رکھا۔ جو سب سے آخر میں وجود میں آئی (۴) یہ مخلوق جب بھی راہ ہدایت سے ہٹی تو اللہ تعالیٰ نے اسی مخلوق میں سے افضل و بہتر انسان پیدا کئے۔ جنہوں نے لوگوں کی صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کی لیکن افسوس کہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد انہیں انسان برادری سے ہی خارج کر دیا گیا نسل انسانی کی اس خوفناک گمراہی کا دروازہ بند کرنے کے لئے قرآن نے جو مؤقف اختیار کیا وہ ملاحظہ ہو۔

ہر قوم میں نبی ورسول آئے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ دنیا میں کوئی قوم نہیں گزری جہاں نبی یا رسول نہ بھیجا گیا ہو۔ (النحل ۳۱، ۶۳، یونس ۴۷۔ الرعد ۷ اور فاطر ۲۴)

آپ ﷺ بھی سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک رسول ہیں۔

اور اسی طرح وحی آئی جس طرح سابقہ انبیاء علیہم السلام پر آتی تھی۔(دیکھئے آل عمران ۱۴۴۔ النساء ۱۶۳ الانعام ۴۲ الرعد ۳۰ الاحقاف ۹ اور یٰس ۳)۔

ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی طرف بھیجی تھی۔

ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بھی سلسلہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک رسول ہیں۔ جن پر وحی آتی رہی۔

اکثر انبیاء علیہم السلام بیوی بچوں والے تھے۔

۱۔ ولقد أرسلنا رسلا من قبلك و جعلنا لهم أزواجاو ذرية (رعد ۳۸) (ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور انہیں ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا)۔

---

(۴) خلیفہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان اس دنیا میں آباد پہلی مخلوق کا جانشین ہے۔ (لغات القرآن اور تفسیر ابن کثیر)

آپ ﷺ بھی بیویوں اور بچوں والے تھے آپ ﷺ کی ۱۱ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اسلامی تاریخ کی انتہائی اہم اور قابل احترام شخصیات ہیں۔ جب آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت ۹ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن زندہ تھیں۔ آپ ﷺ کی تین لونڈیاںؓ بھی تھیں۔ جن میں سے حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے آپ ﷺ کے فرزند ابراہیمؓ اور باقی اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، لونڈیاں، غلام، بیٹے اور بیٹیاں۔ تمام انسان ہی تھے۔ جن کی نسل آج بھی لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کھاتے پیتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ کفار مکہ نے آپ ﷺ پر اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے (الفرقان ۷) تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کوئی تردیدی بیان جاری نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ چنانچہ پیغام نازل ہوا کہ "اے نبی آپ ﷺ سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے"۔ (الفرقان ۲۰) پھر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ ہم نے ان کو ایسے اجسام والا نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ ہی ہمیشہ جینے والے تھے (الانبیاء ۸)

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کے افراد تھے۔ وہیں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد سے دنیا واقف تھی۔ وہیں جوان ہوئے اور پھر دین کی تبلیغ شروع کی۔ (ملاحظہ ہو الاعراف ۶۵ اور یوسف ۱۰۹) یہ سارے انسان ہی تھے۔

نبی کریم ﷺ بھی قریش مکہ کے معروف خاندان بنو ہاشم کے فرد تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ لوگو ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجا ہے جسے تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اس نے اپنی عمر کا ایک حصہ تم میں گزارا ہے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ **كما أرسلنا فيكم رسولا منكم** (بقرہ ۱۵۱) (جس طرح ہم نے تمہاری طرف خود تم میں سے ایک رسول بھیجا)۔ ۲۔ **لقد جآء كم رسول من أنفسكم** (توبہ ۱۲۸) بے شک تم لوگوں کے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر مین اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے یہاں نبی کریم ﷺ کی پانچ صفات بیان کی ہیں۔ جو **من أنفسكم** سے ثابت ہوتی ہیں۔ جن میں سے پہلی صفت یہ کہ **إنه بشر مثلكم** کہ وہ تمہاری طرح کے بشر ہیں۔ اگر وہ فرشتوں میں سے ہوتے تو عوام کے لئے مشکل ہوتا۔ **لقد من الله على المؤمنين إذبعث فيهم رسولا من أنفسهم** (آل عمران ۱۶۴) بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان کی طرف خود انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ **أنفسهم** کی شرح میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کے علاقے میں پیدا ہوئے اور ان میں ہی جوان ہوئے **أكان للناس عجبا أن أوحينا إلىٰ رجل منهم** (یونس ۲) کیا لوگوں کے لئے یہ عجیب بات ہے کہ ہم نے خود انہی میں سے ایک آدمی پر وحی بھیجی۔ **هو الذى بعث فى الأميين رسولا منهم** (الجمعة ۲) اللہ پاک وہی ذات ہے جس نے امیوں کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ یہ صرف چند مثالیں بیان کی ہیں ورنہ قرآن حکیم میں کثرت کے ساتھ یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنی قوم ہی کے فرد تھے لوگ آپ ﷺ سے عدنان تک (۲۱ نسلوں) کے شجرہ نسب سے واقف تھے۔

ہر نبی نے اپنی قوم کی زبان میں باتیں کیں۔ اس بات پر بھی قرآنی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ سورہ ابراہیم میں فرمایا گیا کہ ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا تو

اس نے اپنی ہی قوم کی زبان میں باتیں کیں۔ (آیت ۴) آپ ﷺ نے بھی اپنی ہی قوم کی زبان (عربی) میں پیغام دیا۔ یہی زبان آپ ﷺ کی مادری زبان تھی۔

کوئی نبی ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا۔ بیان ہو چکا ہے کہ سابقہ انبیاء کو ایسا جسم نہیں دیا گیا تھا جو کھانا نہ کھاتا ہو اور نہ وہ ہمیشہ جینے والے تھے لہذا وقت مقررہ پر وفات پا گئے۔ جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی وقت مقررہ پر اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ بھی مختصر زندگی لے کر آئے اور بالآخر وفات پا گئے ۔ قرآن حکیم نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔ إنك ميت و إنهم ميتون (زمر ۳۰) (کہ آپ ﷺ نے بھی مرنا ہے اور ان لوگوں نے بھی)۔ چنانچہ اسی بات کا اعلان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مسجد نبوی میں) منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر ان الفاظ میں کیا تھا کہ۔ **من كان يعبد محمدا صلى الله عليه وسلم فإن محمدا قدمات** (۵) صحاح ستہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ بخاری ہی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "آپ ﷺ کے انتقال کے وقت آپ ﷺ کے سامنے ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے اور پھر اپنے چہرے پر ملتے اور فرماتے ۔ **لا إله إلا الله إن للموت سكرات**(بے شک موت میں بڑی تکلیف ہے)۔ پھر اپنے ہاتھ کو کھڑا کر کے فرمایا۔ **اللهم الرفيق الأعلى** ۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ اور آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک جھک گیا(۶)۔ (اصل الفاظ و مالت يده) ۱۲ ربیع الاول سن ۱۱ ہجری، محسن انسانیت ﷺ نے وفات پائی۔ حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں دفن ہوئے۔ قبر آج تک موجود و محفوظ ہے۔ کھربوں درود و سلام اور برکات ربانی ہوں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے آپ ﷺ سب سے بڑی نشانی (آیت) ہیں۔ لیکن قانون قدرت آپ ﷺ پر بھی لاگو ہوا۔

---

(۵) جو محمد ﷺ کی بندگی کرتے تھے وہ سن لیں کہ آپ ﷺ تو وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے تو وہ زندہ اور قائم ہے (بخاری۔ کتاب الجنائز) (۶) بخاری۔ کتاب الرقاق (سکرات الموت)

تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کے معروف خاندانوں میں پیدا ہوئے لہذا قوم انہیں انسان ہی سمجھتی تھی۔ البتہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ انسان انسانوں کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

اسی بات نے انہیں حق بات قبول کرنے سے روکے رکھا۔ کہ جو بشر ہے وہ نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔ قوم نوح علیہ السلام نے کہا۔ **ما ھذا إلا بشر مثلکم۔**(المومنون ۲۴) کہ یہ شخص تم جیسے بشر کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ یہی اعتراض قومِ عاد نے حضرت ھود علیہ السلام اور قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام پر بھی کیا (المومنون ۳۳ اور القمر ۲۴) تمام انبیاء علیہم السلام کو جملہ اقوام نے یہی جواب دیا(ملاحظہ ہو سورۃ ابراہیم ۱۰۔ بنی اسرائیل ۹۴ اور تغابن ۶) انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ "واقعی ہم تم ہی جیسے بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نواز تا ہے"۔ (ابراہیم ۱۱)

کتنا واضح۔ سادہ اور حقیقت پر مبنی جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہاری طرح کا بشر نہیں ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ "آپ ہماری طرح کے بشر ہی تو ہیں" مطلب بڑا واضح ہے کہ یہاں تخلیقی پہلو اور بشری صفات مراد ہیں ورنہ شکل و صورت اور علم و عمل میں دنیا کے کوئی بھی دو انسان ایک جیسے نہیں ہیں۔ ہر انسان دوسرے سے ہر لحاظ سے مختلف ہے لیکن تعلق ایک ہی نسل سے ہے اور وہ ہے نسل انسانی۔ جس سے کوئی انسان (بڑا یا چھوٹا) انکار نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح بشر ہیں۔

قرآن مجید نے تمام اقوام کی گمراہی کا پردہ چاک کیا اور اعلان کر دیا کہ تمام انبیاء ورسل بشر ہی تھے، ساتھ یہ اعلان بھی کیا ہے کہ آپ ﷺ بھی بشر ہیں کفار نے کہا کہ۔ **ھل ھذا إلابشر مثلکم** (الانبیاء ۳) یہ شخص تم جیسے بشر کے سوا اور کیا ہے۔ یہی بات سورہ شعراء اور تغابن میں بھی بیان ہوئی ہے۔ لیکن۔۔۔۔ آپ ﷺ نے جواباً یہ نہیں فرمایا

کہ میں تم جیسا بشر نہیں ہوں۔ بلکہ وہی جواب دیا جو تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے ہیں۔ اشارہ وحی سے لوگوں کو سمجھایا کہ میں بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہوں۔ جواب دیکھئے ۔ **قل ماکنت بدعا من الرسل** (الاحقاف ۹) (آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں)۔ کفار نے کہا کہ آپ (ﷺ) زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیں یا اپنے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہی پیدا کر دیں جس میں نہریں جاری ہوں یا پھر آسمان کو ہم پر گرا دیں۔ یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔ یا اپنے لئے سونے کا ایک گھر ہی بنا لیں۔ یا آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ہمارے لئے کوئی تحریر ہی لے آئیں جسے ہم پڑھ سکیں۔ بصورت دیگر ہم آپ (ﷺ) پر ایمان نہیں لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو جواب دیں کہ ۔ **سبحان ربی هل کنت إلا بشرا رسولا** (بنی اسرائیل ۹۳) (پاک ہے میرا پروردگار کیا میں ایک بشر اور رسول کے سوا کچھ اور بھی ہوں) یعنی ایک انسان ہوں اور منصب رسالت پر فائز ہوں یہ سارے کام تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں کفار مکہ کسی نہ کسی معجزے کے لئے آئے دن مطالبہ کرتے رہتے تھے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ **قل إنما أنا بشر مثلکم یوحٰی إلی أنما إلٰهكم إله واحد** (کہف ۱۱۰) اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کہ میں تو تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک ہی ہے۔ عربی میں۔ إنما حصر کے لئے آتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیان کردہ صورت کے علاوہ اور کوئی صورت قطعاً ممکن نہیں یعنی یہ محال ہے کہ آپ ﷺ بشریت کے علاوہ کسی اور مخلوق سے تعلق رکھتے ہوں۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کی شرح تفسیر کبیر میں یوں کی ہے۔

ای لا امتیاز بینی و بینکم فی شیء من الصفات إلا أن الله تعالی أوحی إلی أنه لا إله إلا الله الواحد الأحد الصمد۔ یعنی بشری صفات میں تمہارے اور میرے درمیان کوئی بھی امتیاز نہیں ۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ واحد اور بے نیاز ہے۔ مکی دور میں آپ ﷺ کے خلاف سازشیں اور پھر

قتل کی دھمکیاں روز مرہ کا معمول تھا۔ دشمن آپ ﷺ کی موت کا بڑا ہی متمنی تھا یہ باتیں آپ ﷺ بھی سنتے اور حالات وواقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ۔ **وماجعلنالبشرمن قبلك الخلد أفائن مت فهم الخلدون**۔(الانبیاء ۳۴) (اے نبی ﷺ ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ اگر آپ ﷺ فوت ہو گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے)یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ایک کلیہ سمجھا دیا کہ دنیا میں کسی کو دوام نہیں ہے ہر نفس نے مرنا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی "بشر کا لفظ استعال کیا کہ ."آپ ﷺ سے پہلے بھی ہم نے کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی "لہذا آپ ﷺ نے بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی"

اسی طرح سورہ آلِ عمران میں فرمایا۔ **ما كان لبشر أن يؤتيه الله الكتب والحكم والنبوة** (آیت ۷۹)(کسی بشر کا یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ) ان بے شمار قرآنی آیات کی موجودگی میں کون سی ہستی یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ آپ ﷺ لباس بشریت میں نور تھے ؟؟ یاباہر سے بشر اور اندر سے نور تھے ۔ کیا اللہ تعالیٰ کسی سے ڈرتے تھے (نعوذ باللہ) کہ حقیقت بیان کرنے سے گریز کرتے آخر اس دوغلے پن کی ضرورت کیا تھی؟ بے شمار آیاتِ قرآنی کی موجودگی میں ایسا دعویٰ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑا بہتان ہے ۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی بہت ہی بڑی سچائی ہے اس کا رسول بھی صادق ہے اب ان دونوں کی باتوں کو سچ کے سوا کچھ اور سمجھنا بہت بڑی گستاخی ہے۔ پیدا کرنے والا کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں۔ خود نبی ﷺ کہہ رہے ہیں کہ "میں بشر ہوں"۔ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام نے کہا کہ "ہم بشر ہیں" لیکن کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ نہیں آپ ﷺ بشر نہیں تھے ۔ انہیں بشر کہنے والے گستاخ اور کافر ہیں ----- کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا۔ ؟

اپنی بشریت پر آپ ﷺ کی شہادت۔ کہ إنما أنا بشر مثلکم ۔ مندرجہ ذیل واقعات ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ نماز میں بھول گئے جب سلام پھیر چکے آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ۔ کیا نماز میں کوئی نئی بات ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیا؟ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے اس قدر نماز پڑھی ہے۔ پس آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا اور فرمایا کہ "میں بھی تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو" (۷) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں تم لوگ میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو تو ایک شخص دوسرے کی نسبت چرب زبان ہو اور اس کے مطابق فیصلہ کر دوں تو ایسی صورت میں وہ سمجھے کہ میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں (۸) علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں إنما أنا بشر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔إنی کو احد من البشر فی عدم العلم الغیب (عدم علم غیب میں میں بھی تم جیسا ہوں) (۹) حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ میں تجھ سے عہد لیتا ہوں جس کے خلاف تو نہیں کرے گا۔ میں بھی ایک بشر ہوں (إنما أنا بشر) جس مومن کو ایذا یا گالی دوں۔ یا لعنت کروں تو اس کے لئے رحمت اور پاکی کر اور روز قیامت اسے اپنے نزدیک کر (۱۰)۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ سے اسی مفہوم کی ایک اور روایت بیان ہوئی ہے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ۔ إنما أنا بشر۔ میں جب تمہیں کوئی دینی حکم دوں تو اسے قبول کرو۔ اور جب اپنی عقل سے کوئی بات بتاؤں تو سمجھ لو کہ۔ فإنما أنا بشر (میں بھی ایک بشر ہوں) (۱۱)۔ إنما أنا بشر أرضى كما يرضى و أغضب كما يغضب

---

(۷) صحیح بخاری جلد ۱۔ کتاب الصلوٰۃ۔ (۸) بخاری جلد ۳۔ کتاب الاحکام میں ۳ روایات موجود ہیں۔ (۹) جلد ۱۲ حدیث ۷۲۹۶ (۱۰) مسلم باب من لعنہ النبی ﷺ۔ (۱۱) مشکوۃ جلد ۱۔ حدیث ۱۳۹ حوالہ مسلم۔

البشر۔ میں بھی ایک بشر ہوں۔ خوش ہوتا ہوں جیسا کہ وہ خوش ہوتا ہے اور غصے ہوتا ہوں جیسا کہ بشر غصے ہوتا ہے۔ (۱۲)۔۔ مندرجہ بالاپانچوں روایات میں إنما کا استعمال اس بات کی دلیل ہے کہ بیان کردہ صورت کے سوااور کوئی صورت قطعاً ممکن نہیں۔

آپ ﷺ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ "میں کون ہوں"؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد ہوں عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس میں سے بہترین مخلوق (انسان) کے اندر مجھے پیدا کیا۔ پھر اس بہترین مخلوق کے اللہ تعالیٰ نے دو حصے (عرب و عجم) کیے تو بہترین حصے (عرب) میں مجھے پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے بہترین حصہ کے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے (قریش) میں رکھا پھر بہترین قبیلے کے گھر بنائے تو ان گھروں میں سے بہترین گھر (بنو ہاشم) میں مجھے رکھا۔ پس میں حسب میں بھی تمام لوگوں سے بہتر ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی (۱۳)۔ اس سے از ابتدا تا انتہا تعارف مکمل ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات میں سے بہترین مخلوق (انسان) کے بہترین فرد ہیں۔

جب آپ ﷺ انسان ٹھہرے تو لا محالہ بشر ہوئے کہ انسان ہی کو بشر کہتے ہیں۔ اس سے آپ ﷺ کا اولاد آدم ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کو اولاد آدم سے باہر رکھنے کے شوقین ہیں ان پر افسوس۔ بے شمار روایات اس ضمن میں موجود ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کی گواہی کہ آپ ﷺ بشر تھے۔

(۱۲) شرح مسلم نوویؒ اردو ترجمہ۔ (۱۳) مشکوٰۃ جلد ۳ (باب فضائل سید المرسلین) حوالہ ترمذی۔

آپ ﷺ کے سفر آخرت کی پہلی اور دنیا کی آخری منزل حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک چھوٹا سا گھر ہی تھا۔ آپ ﷺ نے دنیا کو اس حالت میں چھوڑا کہ سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا۔ مقدس ہستی۔ صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی۔ جب دشمنان رسول ﷺ نے ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے عرش بریں سے ان کی براءت فرمائی۔ آپ ﷺ کے ساتھ ۹ سال گزارے۔ بہت ہی بڑی عالمہ تھیں۔ قرآنی علوم و فرمودات رسول ﷺ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ خلافت راشدہ کے بعد دور ملوکیت کے جابر حکمران آپ رضی اللہ عنہا سے خائف رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتیں اور برکتیں ہوں آپ رضی اللہ عنہا پر اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاندان پر۔ رسول ﷺ کے متعلق فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی جوتیاں خود مرمت کرتے، اپنا کپڑا خود سی لیتے اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کرتے جس طرح تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو۔ آپ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے ۔ کان بشرا من البشر (۱۴) حضرت عائشہؓ کا فرمان کہ ۔ کان بشرا من البشر قابل غور ہے۔

۲- انہوں نے آپ ﷺ کو بشر ہی کہا۔ و ما کان لبشر أن یکلمہ اللہ إلا و حیا ۔۔۔۔ حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ اے ماں کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں کیا تجھے ان تین باتوں کی خبر ہے؟ کوئی شخص ان میں سے کوئی بات کہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اگر تجھے کوئی یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو جھوٹا ہے۔ اور پھر یہ آیات قرآنی تلاوت فرمائیں۔ لا تدرکہ الأبصار اور و ما کان لبشر۔۔۔ (۱۵) سوال کرنے والے نے واقعہ معراج کے دوران دیدار الٰہی کے متعلق سوال کیا تو ام المومنین نے قرآنی آیات سے دلائل پیش کر کے اس نظریئے کو رد

(۱۴) مشکوٰۃ جلد ۳ حدیث نمبر ۵۵۷۳ حوالہ ترمذی ۔ (۱۵) صحیح بخاری کتاب التفسیر (سورۃ النجم) اور فتح الباری جلد ۸ کتاب التفسیر۔

کر دیا کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ سے آمنے سامنے ہم کلام ہو سکتا ہے اور کوئی آنکھ اسے دیکھ سکت سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بشر سے مراد خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کہ پوچھنے والے نے ان ہی کے بارے میں پوچھا تھا۔

۳- صحابہؓ نے آپ ﷺ کو بشر ہی جانا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک یہودی دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور ایک انصاری صحابی کے خلاف شکایت کی جس نے اس یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ صحابی کو بلایا گیا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ میں نے تھپڑ مارا ہے کیونکہ میں نے بازار میں اس یہودی کو اس طرح قسم کھاتے ہوئے سنا کہ۔ **والذی اصطفی موسیٰ علی البشر**۔(قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو بشر پر فضیلت دی) میں نے کہا اے خبیث کیا محمد ﷺ پر بھی؟ پس مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس کے چہرے پر مارا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے زمین پھٹ کر آنے والا میں ہوں گا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ (علیہ السلام) عرش الٰہی کا ایک پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں ہوں گے یا ان کی پہلی بے ہوشی کافی ہو گی(۱۶)۔

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نوع بشر پر افضل گماں کرتا تھا۔ تو صحابی رسول ﷺ اس کو برداشت نہ کر سکا انہوں نے یہودی سے پوچھا بھی کہ **علی محمد** ﷺ (یعنی محمد ﷺ پر بھی) بات بڑی واضح ہے کہ صحابی رسول اکرم ﷺ کو بشر ہی سمجھتا تھا ورنہ تھپڑ مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشریت پر فضیلت دی تھی ۔ صحابی کہہ سکتے تھے کہ ہمیں کیا ہمارے نبی ﷺ تو نور ہیں۔ پھر یہ معاملہ دربار نبوی ﷺ میں پیش ہوا جہاں حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ھریرہ

(۱۶) بخاری جلد اول حدیث ۲۲۴۴، جلد ۲ حدیث ۶۳۸، جلد ۳ حدیث ۱۸۰۹ اور عمدۃ القاری جلد ۱۸ اور ۱۹ نیز فتح الباری (کتاب الخصومات)۔

رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی کافی تعداد موجود تھی۔ کسی نے انصاری صحابی سے یہ نہیں کہا کہ آپ کو غصہ کیوں آیا۔ ہمارے نبی ﷺ تو نور ہیں۔ جب کہ یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نوع بشر پر فضیلت دی ہے۔ نہ ہی نبی رحمت ﷺ نے اس نظریئے کی تصحیح کی بلکہ فرمایا کہ تم لوگ پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے ؟؟

۴۔ ایک بار ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ "اے محمد ﷺ اے ہمارے سردار اور سردار کے لڑکے۔ اے ہم سب سے بہتر اور بہتر کے بیٹے" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا" لوگو اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو۔ تمہیں شیطان ادھر ادھر نہ کر دے۔ میں محمد ابن عبد اللہ ہوں۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ قسم اللہ کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھادو" (۱۷)

آئمہ اور فقہائے امت نے کیا جانا : فقہائے امت کی فہرست بڑی طویل ہے۔ انہوں نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ مسئلہ زیر بحث کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ جو دین کی بنیاد ہے۔ لہذا علم عقائد میں فقہاء نے اس عقیدے کو یوں بیان کیا ہے۔ **وقد أرسل الله تعالیٰ رسلاً من البشر إلی البشر ورسل البشر أفضل من رسل الملٰئکة ورسل الملائکة أفضل من عامة البشر وعامة البشر أفضل من عامة الملٰئکة۔** (اللہ تعالیٰ نے بھیجا رسولوں کو جو بشر تھے بشر کی طرف۔ رسول بشر افضل ہیں رسول ملائکہ سے۔ اور رسول ملائکہ افضل ہیں۔ عوام بشر سے اور عام بشر افضل ہیں عوام ملائکہ سے)۔

فقہائے امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء و رسل بشر ہی تھے۔

مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ پر فضیلت کے زیر عنوان محدثین کرام نے بڑی طویل بحث کی ہے۔ فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ۔ **بأن النبی مخلوق من تربة**

(۱۷) تفسیر ابن کثیر (سورہ نساء آیت ۱۷۱ کی شرح) بحوالہ مسند احمد۔

المدينة فهو أفضل البشر فكانت تربته أفضل الترب (نبی اکرم ﷺ کی تخلیق مدینہ کی مٹی سے ہوئی۔ چونکہ آپ ﷺ افضل البشر ہیں۔ لہذا وہ مٹی افضل ہے)۔ (۱۸)

صاحب فتح الباری نے اس بحث کے آخر میں یہ جملہ لکھا ہے۔ وکون تربة أفضل الترب لا نزاع فیه۔ (یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی تخلیق جس خاک سے ہوئی وہ سب سے افضل ہے) یہ آئمہ حدیث کی بحث کا نچوڑ ہے۔ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق بھی خاک سے ہوئی۔ لہذا بشر ٹھہرے۔

مشاہیر امت نے آپ ﷺ کو بشر ہی سمجھا: اس ضمن میں امام غزالیؒ کی معارج القدس وامام رازی کی مطالب عالیہ۔ امام نووی کی شرح صحیح مسلم جلد ۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغۃ ملاحظہ ہوں۔ (۱۹)۔ علامہ اقبالؒ نے بالِ جبریل میں بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفے سے مجھے — کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
اور
عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں — کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

جملہ مفسرین قرآن، محدثین اور سیرت نگاروں نے لکھا کہ آپ ﷺ بشر ہیں۔

اسی طرح شارحین احادیث نے آپ ﷺ کو بشر ہی لکھا۔ اسلام کے ان قدیم ماٰخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ نبی کریم ﷺ بشر کے سوا کچھ اور ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بہار شریعت (بریلوی حضرات کے نزدیک سب سے اہم اور مستند کتاب ہے) میں یہ عبارت درج ہے۔ "نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا ہے نہ عورت"۔ (۲۰)

---

(۱۸) فتح الباری جلد ۱۳۔ ص ۳۰۸ (کتاب الاعتصام)۔ (۱۹) مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں آپ ﷺ کو سید البشر اور خیر البشر ہی لکھا ہے صرف دفتر اول و دوم میں ۴۰ بار یہ الفاظ آئے ہیں۔ (۲۰) بہار شریعت حصہ اول۔ ص ۱۰

اس سے بڑھ کر بریلوی حضرات کے لئے اور کون سی سند ہو سکتی ہے۔ ؟؟؟

جمیعت العلمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے نائب صدر اور سابق مرکزی وزیر جناب پروفیسر فرید الحق کا ایک مضمون ماہنامہ تبیان (دار العلوم مہریہ کراچی بابت ماہ نومبر / دسمبر ۱۹۸۷ء) میں شائع ہوا۔ "تزکیہ نفس" کے زیر عنوان آپ نے لکھا کہ "آپ ﷺ بشریت اور انسانیت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے"۔

اسلام سے قبل مذاہب کے جملہ رہنماؤں نے یہاں بد ترین گمراہی کا مظاہرہ کیا اور اپنے انبیاء و مصلحین کو "مقام بشریت" سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہنچا دیا۔ یہ شرک اور ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند اور پاک ہے۔ جملہ کتب آسمانی، انبیاء اور رسل علیہم السلام نے اس کی تردید و ابطال اور مذمت کی ہے۔ چنانچہ اسلام نے ان سب گمراہیوں کا پردہ چاک کر کے "مقام الوہیت" و بشریت میں حد فاصل قائم کر دی۔ اور اعلان کر دیا کہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا تعلق اولاد آدم ہی سے ہے۔ لہٰذا وہ بھی بشر ہیں۔ اگر فرشتوں کی طرح وہ کوئی نورانی مخلوق ہیں تو پھر انسانوں کے لئے کامل نمونہ کس طرح بن سکتے ہیں۔ ان سے ہمارا کیا رشتہ ہو سکتا ہے؟ کیونکہ نورانی مخلوق ہماری رہنمائی کا استحقاق رکھتی ہے نہ اہلیت۔ ملائکہ میں حضرت جبریل و میکائیل و ملک الموت علیہم السلام بڑی قوت و رعب اور دبدبے والے ہیں۔ ہوتے رہیں۔ وہ انتہائی پاکباز اور ہمہ تن احکامات الٰہی کے پابند۔ لیکن ہمارے لئے باعث نمونہ نہیں بن سکتے۔ جو مخلوق ہر قسم کی جسمانی خواہشات و حاجات سے مبرا ہو۔ کھانے پینے، بیوی بچوں کی ذمہ داریوں سے آزاد و بے نیاز ہو۔ جن کی فطرت میں صرف اطاعت و بندگی شامل ہو۔ جن میں راہ حق سے انحراف و بغاوت کا مادہ ہی موجود نہ ہو جس مخلوق کو شیطانی طاقتوں سے مکمل تحفظ حاصل ہو۔ وہ اگر عبادت و اطاعت الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہے تو کوئی کمال نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ بندہ خاکی ہو کر اطاعت و فرماں برداری میں فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دے۔

انسان جو سراپا خواہشات و حاجات ہے۔ مسائل و مصائب میں ہر لمحہ گرفتار، غم والم، حزن وملال، دکھ و تکالیف، سلسلہ موت و حیات کا پابند، زندگی کا رشتہ بر قرار رکھنے کے لئے آٹے و دانے کا محتاج اور اس کے حصول کے لئے کسب حلال کی کڑی شرط کے ساتھ ہر لمحہ جدوجہد کرے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تقاضے۔ اور ان تمام بندھنوں اور مجبوریوں کی موجودگی میں دین حق کی لیے جان کی بازی لگادے۔ یہ کمال ہے۔ یہی بشر ہے جسے احسن تقویم کا خطاب دیا گیا۔ ارض وسماء کی ساری قوتین اسی خاکی انسان کے لئے مسخر کردی گئیں۔ علم دے کر فرشتوں پر فضیلت بخشی اور ان سے سجدہ کروایا۔ یہ انسانی عظمت کی انتہا ہے۔ یہاں نوری کا کیا مقام ہے۔ جس کا بڑے سے بڑا کارنامہ پیغام رسانی ہی ہوسکتا ہے۔ جبکہ خاکی بے شمار جہانوں کو اپنے تصرف میں لانے کی صلاحیت رکھتاہے۔ اور آج کا انسان تو کہکشاؤں اور ستاروں میں چہل قدمی کر رہاہے۔ (قرآن نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی یہ بشارت دے دی تھی۔ لیکن ہمارے مذہبی پیشوا قرآن کو تعویذ گنڈوں اور جنوں بھوتوں کے چکر میں ڈال کر نفس پرستی میں مصروف رہے۔ جس سے امت مسلمہ کا ذہنی ارتقاء تیرہویں صدی عیسوی کے اندھیروں میں بھٹک کر رہ گیا۔ مسلمانوں کی اکثریت آج بھی جادوگروں اور نوسربازوں کے چنگل میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ ہے بشریت کا ذلیل ترین مقام۔ ایسے ہی انسانوں کے بارے میں اللہ تعالٰی نے چودہ سو سال قبل کہہ دیا تھا کہ ان کے دل، آنکھیں اور کان تو موجود ہوتے ہیں لیکن ان سے وہ کام نہیں لیتے۔ لہذا یہ انسان نہیں حیوان ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں) (اعراف ۱۷۹)۔

نور و بشر کا جھگڑا۔ بنیادی وجہ کیا ہے؟

نور و بشر کی بحث نے اب ایک مستقل فرقہ بندی کی صورت اختیار کرلی ہے اب یہ سلسلہ ایشیا سے ہوتا ہوا یورپ میں جا پہنچا ہے۔ افسوس کہ جو ہستی وحدت نسل انسانی اور اسلامی اخوت و بھائی چارے کی عالمگیر تحریک کی بانی تھی۔ اسی کی ذات کو وجہ تفریق بنا دیا

گیا۔ یہی سب سے بڑا المیہ ہے جو تمام بانیان مذاہب اور انبیاء و رسل کے ساتھ پیش آیا۔
آیئے دیکھتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟......

دنیا کے ہر ادب اور مذہبی کتب میں تشبیہات و تمثیلات کا کثرت سے استعمال ہوا ہے تاکہ کسی اہم بات کو عوام الناس کے لئے قریب الفہم بنایا جاسکے۔ مثلاً یہودیوں کی گمراہیوں پر اللہ تعالیٰ نے مسلسل گرفت کی۔ جس کے نتیجے میں یہودیوں کے دینی لٹریچر میں یہ عقیدہ سامنے آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جبار و قہار اور انتہائی غضبناک ہستی کا نام ہے جس کا رویہ عام انسانوں کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا ایک سخت گیر شوہر کا اپنی نافرماں بیوی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں ذات باری تعالیٰ کو انسانی فہم و ادراک کے قریب لانے کے لیے ایک سخت مزاج و سخت گیر شوہر (نعوذباللہ) سے تشبیہ دی گئی۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس تصور کی سختی سے تردید کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سخت گیر شوہر کی طرح جبارو قہار نہیں بلکہ ایک شفیق باپ کی طرح محبت کرنے والا ہے۔ شوہر کے مقابلے میں باپ کی تشبیہ کہیں زیادہ بہتر اور انسانی فہم و ادراک اور مزاج کے زیادہ قریب تھی۔ نہ یہودی علماء کا مقصد باری تعالیٰ کو شوہر قرار دینا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد اللہ تعالیٰ کو باپ ماننا تھا۔ کتنا ہی اچھا ہوتا کہ ان تشبیہات و تمثیلات کو اپنے اپنے مقامات پر رہنے دیا جاتا لیکن پیروان مسیح علیہ السلام نے صدیوں بعد اسی تمثیل کی بنیاد پر ایک مستقل عقیدہ قائم کرلیا۔ جس میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی عقیدے کو رد کرنے کے لئے رحمت الٰہی کا ایک عالمگیر تصور دیا تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو سخت گیر شوہر کی بجائے باپ سے تشبیہ دی تھی۔ لیکن عیسائیوں کو اس سے بدترین گمراہی کے سوا اور کچھ نہ ملا۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء کے متعلق جو عجیب و غریب عقائد گھڑ رکھے ہیں ان کے پس منظر میں انہی تشبیہات و تمثیلات کا ہاتھ ہے اور یہی حال ہمارا بھی ہے۔

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے نقش قدم پر اس طرح چلو گے کہ ذرا سا فرق بھی نہیں رہے گا۔ حتیٰ کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی داخل ہو گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہود و نصاریٰ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کون؟ (۲۱)

قرآن مجید میں بھی تشبیہات و تمثیلات کی کثرت ہے جنہیں صدیوں تک مسلمانوں نے اپنے اپنے مقام پر رکھا۔ لیکن بعد میں کچھ لوگوں نے انہیں تاویل کی چکی میں پیس کر ایک معجون مرکب تیار کیا اور اسے حلقوم عام سے نیچے اتارنے کی کوشش کی۔ جس کے نتیجے میں امت مزید گروہ بندی کے دلدل میں پھنس گئی۔ ان تشبیہات میں سے ایک لفظ نور ہے جو قرآن مجید میں ۴۸ مقامات پر مختلف ہستیوں اور اشیاء کے لئے آیا ہے۔ اسی کی بنیاد پر بعض مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کو مقام بشریت سے ہٹا کر مقام نور پر براجماں کردیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ لفظ نور کہاں کہاں اور کن کن معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق انتہائی عام فہم پیرائے میں بیان کیا ہے کہ اس کے نور کی مثال کیسی ہے۔

ہم یہاں ذات باری تعالیٰ کے متعلق کسی بحث میں ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے کہ وہ فہم ادراک اور علم و عقل کی حدود سے بہت ہی بلند اور ماورا ہے۔ امام غزالیؒ نے "مشکوٰۃ الانوار" میں اس طرف قدم بڑھانے کی کوشش کی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ جمہور متکلمین کے نزدیک اللہ کے نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۱) صحیح بخاری کتاب الانبیاء۔

۲۔ قرآن مجید بھی نور ہے۔ مختلف مقامات پر قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے دیکھیے الشوریٰ ۵۳۔النساء ۱۷۴۔ اور الاعراف ۱۵۷۔

۳۔ قرآنی ہدایات پر عمل کرنے والا نور پر گامزن ہے۔ دیکھیے۔ زمر ۲۲ انعام ۱۲۲۔ الحدید ۲۸ اور النور ۳۵۔

۴۔ توراۃ کو بھی نور کہا گیا ہے۔ المائدہ آیت ۴۴ میں ہے کہ ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسی طرح سورۃ انعام میں بھی ہے۔ (آیت ۹۱)

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ کو بھی نور کہا۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں (ابراہیم ۵)

۶۔ انجیل کو بھی نور کہا۔ "اور ہم نے انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے۔" (المائدہ ۴۶)

۷۔ اسلام کو بھی نور کہا۔ دیکھیے التوبہ آیت ۳۲۔ الصف ۸ اور النور۔ ۴۰

۸۔ آپ ﷺ کی راہ کو بھی نور کہا۔ دیکھیے الحدید ۹

۹۔ چاند کو بھی نور کہا گیا۔ (یونس۔ ۵ اور نوح ۱۶)۔ اب انسان نے چاند کی سطح پر قدم رکھے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ہماری طرح پتھر اور مٹی کا مجموعہ ہے لیکن سورج کی شعاعوں کو چاند کی سطح منعکس کرتی ہے تو ہمیں روشن نظر آتا ہے۔ لہذا پتھر اور مٹی کے اس مجموعے کو بھی نور کہا گیا۔

۱۰۔ اور آپ ﷺ کو بھی نور کہا گیا۔ (المائدہ ۱۵) "اور تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا ہے اور کتاب مبین" آگے والی آیت میں مقصد بھی بیان کر دیا ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔ سلامتی کے

طریقے بتلاتا ہے اور اپنے اذن سے انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ البقرہ (آیت ۲۵۷) میں بھی یہی بات بتائی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست اور کارساز ہے جو انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے" کیا خیال ہے کہ یہاں جن کفار کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے نور تھے یا نوری حلقوں میں تھے؟ کیا شیاطین انہیں اندھیروں میں لے گئے؟ بات یہ نہیں بلکہ فہم و ادراک کی فطری روشنی جو خالق کائنات نے انہیں مہیا کی تھی اس سے انہوں نے کام نہ لیا اور آنکھیں بند کر کے شیاطین کی پیروی کرنے لگے۔ فہم و ادراک اور عقل پر پردہ پڑجائے تو اس کے لئے سوائے اندھیروں کے اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں قرآن حکیم میں ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کے دو معنی بیان کیے ہیں۔ (۱) نور سے مراد محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور (۲) نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ، اسلام اور قرآن کو نور سے تشبیہ دینے کا مطلب واضح ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اس سے اشیاء کے ادراک کے لئے قوت بصارت حاصل ہوتی ہے جبکہ نور باطن سے مراد حقائق و معقولات کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح و جعل الظلمٰت والنور (الانعام۔۱) کی شرح میں امام رازیؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہاں اندھیروں سے مراد شرک، نفاق اور کفر کے اندھیرے ہیں جبکہ نور سے مراد اسلام ایمان نبوت اور یقین کی روشنی ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت ۱۵ کی شرح میں جن مفسرین نے نور سے مراد محمد ﷺ لکھا ہے ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ ﷺ نور ہدایت ہیں نہ یہ کہ آپ ﷺ تخلیقی لحاظ سے نور ہیں۔ ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآنی ہدایات پر عمل کرنے والے تمام مسلمان۔ تورات و انجیل اور چاند وغیرہ تمام مخلوق نورانی مخلوقات ہیں۔ قرآن حکیم میں ۴۸ بار اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کو نور سے تشبیہ دی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات

ہمارے لیے نور ہیں کہ گمراہی کے اندھیروں سے علم و آگہی کے نور کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ کفر و شرک کے اندھیروں میں دعوت حق روشنی کی بہت بڑی کرن ہوتی ہے۔ اسے بھی نور کہا گیا۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے کہ اسلام سے قبل اہل عرب اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ صم و بکم فی الظلمٰت (انعام ۳۹) حالانکہ حقیقت میں نہ وہاں اندھیرا تھا اور نہ ہی گونگے بہرے تھے بلکہ اس سے بھی یہی مراد ہے کہ جہالت و گمراہی کے اندھیرے تھے ورنہ سورج و چاند وغیرہ اس وقت بھی بھر پور روشن تھے۔ پندرھویں صدی عیسوی تک زمانہ یورپ کے لئے سیاہ دور "DARK AGE" کہلاتا ہے اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ اس وقت تک یورپ میں سورج و چاند طلوع ہی نہیں ہوتے تھے یا دھند چھائی رہتی تھی بلکہ اس سے یہی مراد ہے کہ لوگ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ براعظم افریقہ کو انگریزی زبان میں تاریک براعظم "DARK CONTINENT" کہا جاتا ہے۔ کیا اس سے یہ مراد لیں کہ یہ براعظم تاریک یا سیاہ ہے۔ حالانکہ دنیا میں سب سے زیادہ گرم اور روشن خطہ یہی ہے۔ اس کی تاریکی سے مراد یہ ہے کہ یہ براعظم دنیا کے پسماندہ، غیر مہذب اور غیر ترقی یافتہ ممالک پر مشتمل ہے۔ تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ فلاں بادشاہ کا دور سنہری اور فلاں کا تاریک تھا تو اس سے بھی یہی مراد ہے۔ فلاں فلاں کی تعلیمات روشنی کا مینار ہیں۔ انگریزی میں اسے (BEACONLIGHT) کہتے ہیں۔ یہ تمام الفاظ تشبیہ و تمثیل اور استعاروں کی دنیا کے ہوتے ہیں۔ انہیں حقیقی معنی دینے سے پورا دینی اور دنیوی ادب الٹ پلٹ جائے گا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ان الفاظ کی غلط تعبیر و تشریح نے انبیاء علیہم السلام اور داعیان مذاہب کو مقام الوہیت پر پہنچا دیا۔ اب دنیا میں کسی مذہب کے پیروکار اپنے اپنے انبیاء و رسل اور داعیان مذاہب کو بشر تسلیم نہیں کرتے۔ یہی حال مسلمانوں کا بھی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

اس جھگڑے کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ جیسا کہ کتاب کے آغاز میں بیان

ہو چکا ہے کہ ہر داعی یا نبی ورسول کے جانے کے بعد دنیا میں بگاڑ شروع ہوا۔ مسلمانوں نے بھی وہی راہ اختیار کی۔ چنانچہ دوسری صدی ہجری کی ابتدا ہی میں نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر مباحث شروع ہوگئے کہ وہ کون تھے اور کیا تھے؟

سب سے پہلے اہل تشیع کے ہاں یہ مسئلہ زیر بحث آیا۔ مغیرہ اور جابر نے سب سے پہلے "ظل درخشاں" کی اولین تخلیق کا فلسفہ پیش کیا۔ جس میں نور محمدی ﷺ کا نظریہ سامنے آیا۔ یعنی آپ ﷺ کی روح کے وجودِ ازلی کے معنی میں ایک اصطلاحی کلمہ (اول ماخلق اللہ نوری) اس نظریے کے مطابق سب سے پہلے آپ ﷺ کی روح پیدا کی گئی۔ پھر اس روح سے تمام ارواح پیدا ہوئے۔ اسماعیلیہ کے ہاں یہ بنیادی عقیدہ ہے۔ پھر نصیریہ اور امامیہ مصنفین الکلبی اور الکافی کے ہاں بھی اس عقیدے کو وسعت دی گئی ہے اور اس نور کی معصومیت کی صفت کے ساتھ جملہ آل علی یا جملہ آل ابی طالب تک پہنچا دیا گیا۔ اسماعیلی شیعہ کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کا جسم نوری تھا۔ پھر یہ نور حضرت علیؓ کی ذات میں منتقل ہوا۔ اس کے بعد یہ نور امام کی بڑی اولادِ نرینہ میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ، محمد ﷺ، علیؓ اور آغا خان ایک ہی نور سے ہیں (۲۲) (لاحول ولا قوۃ)

تیسری صدی ہجری میں صوفیاء کے ہاں اس عقیدے نے جگہ پائی اور اس طرح بالآخر تصوف کی دنیا کا یہ ایک اہم مسئلہ بن کر عوام کا عقیدہ بن گیا۔ فرقہ حشویہ نے اس عقیدے میں کچھ رد و بدل کر کے اسے مادی شکل دی جس سے یہ طے پایا کہ نبی اکرم ﷺ کا جسد مبارک جنت کی مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھ کر بنایا گیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (۲۳)

دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲۲ ہی میں یہ محققانہ فیصلہ درج ہے کہ "اس عقیدے

(۲۲) انقلاب ایران اور شیعہ حکومت کا قیام از صابر جعفری مکتبہ صوت الاسلام فیصل آباد (۲۳) دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) جلد ۲۲۔ صفحات ۵۰۹-۵۰۸۔

کا ارتقاء یقیناً مسیحی عارفوں اور مانوی مقدمات کی تحریک کا محتاج ہے۔ بہر حال اس تصور کی تائید نہ تو نص قرآنی سے ہوتی ہے اور نہ کسی مستند حدیث سے۔ یہ ایک مخصوص طبقے کا نظریہ تھا"۔

قارئین محترم! سادہ الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کا نظریہ بھی نظریہ وحدت الوجود کی طرح اسلام میں اجنبی پودا ہے۔ اس کا اسلامی تعلیمات یا نظریات سے کوئی تعلق نہیں۔ کاش! مسلمان قرآن حکیم اور احادیث طیبہ کی طرف لوٹ آئیں۔ اسی میں وحدت نسل انسانی اور ہماری بقا کا راز ہے۔

اب آیئے اس روایت کی طرف کہ "اول ما خلق اللہ نوری" (یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا)۔ اس سلسلہ میں پہلی روایت یہی بیان کی جاتی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اور پھر عرش وکرسی۔ کائنات اور تمام مخلوقات وغیرہ کو اسی نور سے پیدا کیا۔ مجھے کتب احادیث میں یہ روایت کہیں نہیں ملی۔ دوسری روایت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یا جابر اول ما خلق اللہ نور نبیك من نورہ (اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا)۔ انتہائی اہم موضوع پر یہ دوسری روایت ہے۔ لیکن بخاری و مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالکؒ اور مسند احمدؒ (یعنی طبقہ اول و دوم کی کتب احادیث) میں اس روایت کا بھی نام و نشان نہیں ملتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ جو محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے(☆) کہ اس میں موضوع و منکر قسم کی روایات کا ڈھیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبقات حدیث میں محدثین نے اسے تیسرے طبقہ میں رکھا ہے۔

قارئین۔ آپ ﷺ کے معجزات پر جو کتب لکھی گئیں (بالخصوص پیدائش سے ہجرت تک) ان میں سے کچھ تیسرے طبقہ میں اور باقی تمام چوتھے طبقہ کی کتابوں میں شامل ہیں۔

(☆) امام کعبہ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ نے ملاحظہ لکھا ہے کہ یہ بات درست نہیں کیونکہ امام عبدالرزاق بہت سارے آئمہ محدثین کے استاد ہیں البتہ انہوں نے اپنی کتاب میں تمام ترصحیح احادیث درج کرنے کا التزام نہیں کیا

ان کے متعلق محدثین نے لکھا کہ یہ وہ کتب ہیں جن کے مصنفین نے زمانہ دراز کے بعد ان احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا۔ جو طبقہ اول اور دوم میں نہیں تھیں۔ اور وہ ایسے مجموعوں میں پائی جاتی تھیں جن کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ وہ احادیث ایسے لوگوں کی زبان پر تھیں۔ جن کی احادیث کو محدثین نے اپنی کتب میں نہیں لیا تھا۔ جیسے کہ اکثر واعظ مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں۔ یا وہ بنی اسرائیل کے احبار یا واعظین کے اقوال تھے۔ جنہیں راویوں نے سہواً یا عمداً آپ ﷺ کی احادیث سے خلط ملط کر دیا تھا۔ یہ احادیث ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور کامل ابن عدی کے علاوہ خطیب، ابو نعیم، جوزقانی، ابن عساکر، ابن نجار اور دیلمی کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ مسند خوارزمی بھی اسی طبقہ کی ہے۔ اس طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کو بے دین زبان دانوں نے وضع کیا۔ انہوں نے ایسی اسناد وضع کر ڈالیں جن پر کوئی جرح نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے بلیغ الفاظ استعمال کئے جو آپ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں نے اسلام میں ایک سخت مصیبت برپا کر دی۔ اس تشریح کے بعد مصنف عبدالرزاق کی روایت کا قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہیں۔

کائنات کی اولین مخلوق قرآن اور احادیث کی روشنی میں :

تخلیق کائنات سے قبل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہاں تھے؟ قرآن کہتا ہے کہ وہ اس وقت بھی اپنے عرش پر جلوہ نما تھے۔ اور عرش پانی پر تھا۔ **کان عرشه علی الماء** (هود ۷) یہ اس دور کی بات ہے جب عرش اور پانی کے سوا اور کسی مخلوق کا وجود نہیں تھا۔ اس کی تشریح خود نبی کریم ﷺ نے جس انداز میں کی ہے صحیح بخاری کتاب بدالخلق میں حضرت عمران بن حصینؓ نے اسے یوں بیان کیا ہے۔ **کان اللہ ولم یکن شیء غیرہ وکان عرشه علی الماء وکتب فی الذکر کل شیء وخلق السمٰوات والأرض**...... یعنی :

(۱) اللہ تعالیٰ کا وجود تھا اور سوائے اس کی ذات کے کچھ بھی نہیں تھا۔ جبکہ

(۲) اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر (۳) اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ اور پھر

(۴) اس نے زمین اور آسمان کو پیدا فرمایا۔

(تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ دوسری روایت صحیح بخاری کتاب التوحید میں موجود ہے) حدیث بالا کی شرح میں فتح الباری میں لکھا ہے کہ ”ایک دور تھا کہ ذات باری تعالیٰ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ نہ عرش اور نہ ہی پانی۔ پھر پانی کو پیدا کیا گیا۔ إن الماء خُلق قبل العرش (پانی کی تخلیق عرش سے پہلے ہوئی) نیز متعدد روایات میں آیا ہے کہ إن الله لم يخلق شيئا مما خلق قبل الماء کہ اللہ تعالیٰ نے پانی سے قبل کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پھر پانی پر عرش کی تخلیق ہوئی (ثم خلق العرش على الماء) اور عرش کے نیچے سوائے پانی کے اور کوئی بھی چیز موجود نہیں تھی۔ (ولم يكن تحت العرش إذ ذاك إلا المآء) (خلاصہ فتح الباری)۔ صحیح بخاری کی دوسری معروف شرح عمدۃ القاری میں کان عرشه على المآء کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عرش الٰہی کے نیچے سوائے پانی کے اور کوئی چیز نہیں تھی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تخلیق کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا گیا۔ پھر عرش کو۔ پانی ہی سے پوری کائنات اور ہر زندہ چیز کو پیدا کیا گیا۔ (انبیاء۔ ۳۰ اور النور۔ ۴۵)

تیسرے مرحلے پر قلم کی حرکت دکھائی دیتی ہے۔ فتح الباری میں فی الذکر کا مطلب فی اللوح المحفوظ اور کل شئی کا مطلب من الکائنات بیان ہوا ہے۔ یعنی قلم نے بحکم باری تعالیٰ پوری کائنات (جو ابھی پیدا ہونی تھی) اور اس میں موجود ہر شے کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات سے ۵۰ ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں

لکھیں۔ جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا" مسند احمدؒ اور ترمذی میں بھی اس مرحلے پر قلم کی تخلیق اور اس کی کارروائی کا واضح ثبوت موجود ہے۔

چوتھا مرحلہ کائنات کی تخلیق کا ہے جس کے بعد زندگی کا آغاز ہوا۔ کب؟ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ کائنات کی تخلیق کے متعلق قرآن نے کہا کہ یہ پہلے حالت "رتق" میں تھی پھر اسے "فتق" کیا گیا (الانبیاء آیت ۳۰) عربی میں رتق عناصر کے باہم مربوط ہونے اور "فتق" منتشر ہونے کو کہتے ہیں۔ پھر رتق کی تاریخ پر قرآن کی یہ آیت شاہد ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔ (حم سجدہ آیت ۱۱)۔ قرآن میں دخان (دھواں) کا لفظ آیا ہے دھواں مادہ کی ٹھوس اور رقیق حالتوں پر مشتمل ذرات سے مرکب ہوتا ہے۔ یہی مادہ جس کے عناصر باہم جڑے ہوئے تھے قرآن نے اسے رتق کا نام دیا ہے جسے "فتق" (منتشر) کر کے کائنات وجود میں آئی (آیت نمبر ۱۲)

جدید سائنسی نظریات قرآن کی تصدیق کر رہے ہیں۔ کہ ابتدا توانائی سے ہوئی۔ جس نے گیس یا دھویں کی صورت اختیار کی۔ جس میں الیکٹران اور پروٹان منتشر حالت میں تھے۔ پھر مادے کا وہ مرغولہ ایک دھماکے سے پھٹا اور یہ کائنات وجود میں آئی جس کے بعد زندگی کا آغاز ہوا۔ سورۃ ھود (آیت ۷)۔ الانبیاء (آیت ۳۰)۔ النور (آیت ۴۵)۔ حم سجدہ (آیت ۱۱-۱۲) اور صحیح بخاری کی دو احادیث۔ صحیح مسلم اور فتح الباری و عمدۃ القاری میں درج متعدد روایات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ پھر پانی پر عرش اور اس کے بعد قلم کو پیدا فرمایا۔ جس نے لوح محفوظ میں مخلوقات کی تقدیریں لکھیں۔ پھر کائنات وجود میں آئی اور اس کے بعد زندگی کا آغاز ہوا۔ مقام حیرت ہے کہ قرآن حکیم، صحیح بخاری و مسلم۔ ترمذی و مسند احمد کے علاوہ فتح الباری (بدأ الخلق اور کتاب

التوحید) اور عمدۃ القاری جیسی شرحوں کی موجودگی میں ایک جھوٹی روایت کیونکر پروان چڑھی اور کس طرح اس نے اتنی بڑی سچائی پر پردہ ڈال رکھا ہے؟ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسدیا آب و گل کے درمیان تھے۔ تو اس سے آپ ﷺ کا اولیں مخلوق ہونا کس طرح ثابت ہوتا ہے۔ یہ عالم امر کا واقعہ ہے۔ تخلیق کائنات سے قبل کا دور عالم امر کہلاتا ہے۔ جہاں مخلوقات (جو تخلیق کائنات سے شاید اربوں سال بعد پیدا ہوئیں) مادے کے بغیر قائم ہیں۔ عالم امر کیا ہے؟ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا علم ہے۔ جو اس کی ذاتی صفت اور اسی کی طرح ہمیشہ قائم و دائم ہے۔ اللہ کے علم میں ہر شے موجود تھی۔ اور رہے گی۔ جبکہ دوسرا جہاں عالم خلق ہے جہاں اشیاء میں مادہ اور مقدار دونوں موجود ہیں۔ اور جہاں مخلوقات اپنے مادی اجسام کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں (واللہ أعلم) یہی حال نبی کریم ﷺ کا بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ بھی عالم امر اور عالم خلق کے مراحل سے اسی طرح گزرے ہیں جیسے دیگر انسان۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ محمد ﷺ تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں"...... نیز "وہ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام سے قبل آپ کو حاصل تھی اس کا تعلق عالم امر سے ہے۔" (۲۴) خلاصہ بحث یہ کہ آپ ﷺ مافوق البشر یا "ماورائے بشر" نہیں بلکہ افضل البشر اور اولاد آدم علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح آپ کی رسالت منتہاء بشریت ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن نے یہی خبر دی ہے۔

(۲۴) مکتوبات دفتر اول ۔ حصہ سوم ۔ مکتوب نمبر ۲۰۹ بنام میر محمد نعمان بدخشی

تیسرا باب

"علم غیب و حاضر ناظر" اور محسنِ انسانیت

نومسلم کا دوسرا سوال تھا۔

The knowledge of the unknown and omnipresence.

یعنی آپ ﷺ کا علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا۔ اس عنوان کے تحت اس نے متعدد سوالات کئے۔ لیکن پاکستانی اسلام میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ صورتحال یہ ہے کہ اکثر لوگ انبیاء ورسل کے علاوہ مختلف عالموں اور پیروں فقیروں کے متعلق بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انہیں بھی غیب کا علم ہوتا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق تو ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انہیں ماکان و ما یکون کا علم ہے۔ یعنی ازل سے ابد تک کائنات کے ذرے ذرے کا آپ ﷺ کو علم تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس نظریئے کی بنیاد پر کون کون سے نئے نظریات اور اعتقادات کو جنم دیں گی۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے قرار دے دیا۔ جبکہ اس نظریئے میں نبی اکرم ﷺ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر قرار دے کر اعلانیہ یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ اگر خدا سے جدا نہیں تو پھر کیا ہیں؟؟ خدا کا کوئی حصہ؟ یا اس کی طاقت و قدرت کا کوئی جزو؟؟

سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون

جب ہم قرآن اور احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو صورت حال بالکل مختلف دکھائی دیتی ہے۔ قرآن تو وحی الٰہی ہے۔ جس کی موجودگی میں دیگر تمام نصوص (اگر متعارض ہوں) کی کوئی حیثیت (اتھارٹی) باقی نہیں رہتی۔ لیکن احادیث کے بارے میں

تھوڑی سی وضاحت ہو جانی چاہئے کہ کون کون سی کتب احادیث سے مسائل اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اس بارے میں محدثین کرامؒ نے جو اصول وضع کئے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔ حجۃ اللہ البالغہ (باب ۷۸)۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کتب احادیث کے مندرجہ ذیل چار طبقات بیان کئے ہیں۔

۱۔ طبقہ اول۔ اس میں موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں۔

۲۔ طبقہ دوم۔ اس میں سنن ابوداؤد۔ جامع ترمذی اور نسائی ہیں۔ مسند احمد بھی اسی طبقہ کی ہے۔ (یہ کتب طبقہ اول کے درجے تک تو نہیں پہنچتیں لیکن ان کے قریب قریب ہیں)۔

۳۔ طبقہ سوم۔ وہ تصانیف جو بخاری سے قبل یا ان کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں صحیح۔ حسن۔ ضعیف۔ معروف۔ غریب۔ شاذ۔ منکر۔ خطا اور ثواب قسم کی احادیث شامل ہیں۔ ان میں بعض ایسی ہیں کہ کسی بھی اہل لغت نے ان کی غرابت دور کرنے کی کوشش نہیں کی اور کسی محدث نے سلف کے مذہب پر انہیں منطبق نہیں کیا۔ نہ کسی محدث نے ان مشکلات کو بیان کیا۔ نہ ہی کسی مؤرخ نے ان کے اسماء رجال کو بیان کیا۔ اس طرح یہ کتب خفا اور گمنامی کی حالت میں باقی رہیں۔ مثلاً مسند ابو یعلی۔ مصنف عبدالرزاق۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ مسند عبد بن حمید۔ مسند طیالسی۔ بیہقی۔ طحاوی اور طبرانی وغیرہ۔

۴۔ طبقہ چہارم۔ اس میں وہ کتب ہیں جن کے مصنفین نے زمانہ دراز کے بعد ان احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا۔ جو طبقہ اول و دوم میں شامل نہیں تھیں۔ اور وہ ایسے مجموعوں میں پائی جاتی تھیں۔ جن کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ وہ احادیث ایسے لوگوں کی زبان پر تھیں۔ جن کی احادیث کو محدثین نے اپنی کتب میں نہیں لیا تھا۔ جیسے اکثر واعظ مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں۔ یا وہ بنی اسرائیل کے احبار یا واعظین کے اقوال تھے۔ جنہیں راویوں نے سہواً یا عمداً نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے خلط ملط کر دیا تھا۔ یہ احادیث ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور کامل ابن عدی کے علاوہ خطیب ابو نعیم۔ جوزقانی۔ ابن عساکر۔ ابن نجار اور دیلمی کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ مسند خوارزمی بھی اسی طبقہ کی ہے۔

اس طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کو بے دین زبان دانوں نے وضع کیا۔ انہوں نے ایسی اسناد وضع کر ڈالیں جن پر کوئی جرح نہیں ہوسکتی اور ایسے بلیغ الفاظ استعمال کئے جو نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں نے اسلام میں ایک سخت مصیبت برپا کردی۔ یہ احادیث صوفیا اور مؤرخین کی زبان پر مشہور ہیں۔

ہم کن کتب احادیث کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ "طبقہ اول اور دوم پر محدثین کا کامل اعتماد ہے جبکہ تیسرے طبقے کی احادیث پر عمل کرنا صرف ان محققین کا کام ہے جو اسماء رجال اور علل حدیث کے ماہر ہوں"۔

لہذا محدثین کرام کے فیصلہ کی روشنی میں ہمارے لئے قابل عمل کتب احادیث صرف مندرجہ ذیل رہ جاتی ہیں۔

ا۔ طبقہ اول۔ موطا امام مالکؒ۔ بخاری اور مسلم

۲۔ طبقہ دوم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد اور کچھ محدثین کے نزدیک ابن ماجہ بھی۔

پس صحاح ستہ اور موطا و مسند احمد ہی وہ کتب احادیث ہیں جن کی طرف ہم بطور سند یا دلیل رجوع کرسکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی حدیث قرآن کے خلاف نہ ہو۔ ورنہ اسے مسترد کردیا جائے گا۔ اسی طرح جو حدیث قرآن کے عموم کو خاص یا اس کے خصوص کو عام کرے تو اس کی یا تو تاویل کی جائے گی یا رد کردیا جائے گا۔ کیونکہ یہ قرآن کی تنسیخ ہے۔ قرآن ایک قطعی ہے جسے ظنیات کے ذریعے منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ احادیث ساری کی ساری ظنی ہیں۔ (اصول فقہ کی کتب میں احناف کا یہ مسلمہ فقہی اصول ہے)۔

آیئے اب مسئلہ علم غیب کو قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ کی طرف لے چلتے ہیں تاکہ صورت حال واضح ہوسکے۔

علم غیب قرآن حکیم کی روشنی میں :

قرآن کا یہ فیصلہ ہے کہ تمام اشیاء (ماکان و ما یکون) کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک کو ہے۔ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی ہے۔ تمام انبیاء کرام کی طرح حضرت محمد ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی خبریں دیں جو کار نبوت کے لئے ضروری تھیں غیب کے معنی ہی مخفی۔ پوشیدہ اور مستور کے ہیں۔ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ علم الغیب مالم یطلع غیرہ علیہ۔ (یعنی علم غیب وہ ہے کہ جسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور نہ جان سکے) اور اگر کوئی ہستی غیب کی خبر (بتائے جانے کے بعد) بیان کرے تو اس پر غیب کے جاننے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بذریعہ وحی غیب کی خبریں حاصل کیں اور آگے انسانوں کو مطلع کیا۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی "عالم الغیب" نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ انہیں بذریعہ جبریل علیہ السلام خبریں پہنچیں۔ آپ ﷺ پر بھی اسی طرح وحی نازل ہوئی۔ لیکن اس سے آپ ﷺ عالم الغیب کیسے بن گئے۔ اب آیئے قرآن حکیم کی طرف۔

۱۔ اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ قل لا یعلم من فی السمٰوات والأرض الغیب إلا الله (النمل ۶۵) "غیب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمانوں اور نہ زمین میں" یہ کس بات کی دلیل ہے؟؟

علامہ فخر الدین رازیؒ اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ علم غیب ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور "وما یشعرون" نفی غیب کے سلسلہ میں اہل آسماں اور زمیں کی صفت ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں (فھو صفة لأھل السمٰوات والأرض نفی أن یکون لھم الغیب)

۲۔ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا إلا ھو (انعام ۵۹)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم غیب صفات باری تعالیٰ کی ایک صفت خاص ہے۔ جس میں اور کوئی شریک نہیں۔

۳۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ کہاں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم و خبیر ہے۔ (**وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بأی أرض تموت** (لقمان ۳۴)

یہ کل کی خبر کا نہ جاننا اور وہ بھی اپنے متعلق۔ کتنی بڑی سچائی ہے۔

۴۔ اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کہ نہ تو میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ **قل لا أقول لکم عندی خزائن اللہ ولا أعلم الغیب** (انعام ۵۰)

امام رازیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "آپ ﷺ کہہ دیں کہ تمام خیر اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے نہ کہ میرے ہاتھ میں۔ میں ان میں سے کسی کا دعویٰ نہیں کرتا۔"

زبان نبوت ﷺ سے یہ کیا اعلان کروایا جارہا ہے؟ اس سے علم غیب کس طرح ثابت ہوگا؟

۵۔ قیامت کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ **قل إنما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها إلا هو** (الاعراف ۱۸۷ اور الاحزاب ۶۳)

کیا اس میں کسی کو شک ہے؟ یہ خبر نہ جاننا کیا ہے؟؟ علم غیب یا نفی علم غیب؟؟

۶۔ **آپ انہیں نہیں جانتے صرف اللہ جانتا ہے۔** اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے متعلق فرمایا کہ **لا تعلمونهم اللہ یعلمهم** (الانفال ۶۰)

۷۔ سورۃ توبہ میں فرمایا (**لا تعلمهم نحن نعلمهم**) یعنی آپ ﷺ کے ارد گرد جو منافق ہیں انہیں آپ ﷺ نہیں جانتے صرف اللہ جانتا ہے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟؟؟ جناب ملا علی قاری حنفیؒ آپ ﷺ کے عدم علم غیب پر یہی آیت بطور دلیل (حافظ ابن القیمؒ) کے حوالہ سے پیش کر کے لکھتے ہیں کہ بہ اعتبار نزول کے یہ آیت قرآن

کریم کی آخری آیت ہے۔ (موضوعات کبیر ص ۱۱۹۔۱۲۰)

۸۔ اقوام ماضی کے متعلق فرمایا کہ انہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

لا یعلمھم إلا اللہ (ابراہیم۹) یہی بات طہٰ (آیت ۹۹) میں کہی گئی ہے۔

ایک واقعہ جو زمانہ ماضی میں رونما ہو چکا۔ بے شمار اقوام جو دنیا میں آئیں اور صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ انہیں بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟؟؟

۹۔ قرآن حکیم کے متعلق فرمایا کہ یہ خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اس سے قبل آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی قوم انہیں نہیں جانتی تھی **تلك من أنباء الغیب نوحیھا إلیك ما کنت تعلمھا أنت ولا قومك من قبل ھذا** (ہود ۴۹)

۱۰۔ یہی بات سورہ یوسف (آیت ۱۰۲) اور آل عمران (آیت ۴۴) میں کہی گئی ہے۔ اس سے آپ ﷺ کا علم غیب کس طرح ثابت ہوگا؟؟؟

۱۱۔ آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ **وعلمك مالم تکن تعلم** (النساء ۱۱۳)

قارئین کرام۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان باتوں کو اس وقت تک آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔ یہ نہ جاننا کیا ہے؟ کیا ایسی ہستی جو کوئی چیز نہ جانے عالم الغیب ہو سکتی ہے؟

۱۲۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو افشائے راز کی اطلاع دی۔

آپ ﷺ نے اپنی بیوی سے ایک بات راز میں کہی لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی ایک دوسری بیوی سے اس کا ذکر کر دیا۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو مطلع کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے اپنی بیوی سے افشائے راز پر ناراضگی کا اظہار کیا تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ **من أنبأك ھذا** یعنی آپ ﷺ کو کس نے خبر دی ہے؟۔ اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا کہ **نبأنی العلیم الخبیر** مجھے اس علیم و خبیر نے خبر دی ہے (التحریم آیت ۳)

۱۳۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا خط بنام سرداران مکہ۔

فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل صحابی رسول ﷺ حضرت حاطبؓ نے بذریعہ خط سرداران مکہ کو مطلع کرنے کی کوشش کی کہ مسلمان مکہ پر حملہ آور ہوا چاہتے ہیں۔ خط ایک عورت کو دیا۔ وہ مدینہ سے مکہ کی جانب ۱۲ میل کا سفر طے کر چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فوراً حضرت علیؓ، حضرت زبیر اور حضرت مقدادؓ بن اسود کو روانہ کیا کہ اس عورت سے وہ خط حاصل کیا جائے۔ چنانچہ وہ خط بر آمد کر لیا گیا۔ (سورۃ الممتحنہ آیات ۱۔۳)

۱۴۔ اے نبی آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے؟۔

ما كنت تدری ماالكتب ولا الإيمان (الشوریٰ ۵۲)

یہ نہ جاننا کیا ہے؟ وہی کتاب جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ وہی ایمان جس کی آپ ﷺ نے دعوت دی۔ لیکن ایک وقت تھا کہ آپ ﷺ ان باتوں سے واقف نہ تھے۔

۱۵۔ اے نبی ﷺ۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے اور میرے ساتھ کیا۔ **وما أدری ما يفعل بی ولا بكم (الاحقاف ۹)**

اس سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ علم غیب یا نفی علم غیب؟؟۔

۱۶۔ اے نبی (ﷺ) آپ کیا جانیں کہ شب قدر کیا ہے۔ **وما أدراك ما ليلة القدر (القدر ۲)**

۱۷۔ آپ (ﷺ) کیا جانیں کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے۔ **وما أدراك ما القارعة (القارعۃ ۲)**

۱۸۔ اور آپ (ﷺ) کیا جانیں کہ الطارق کیا ہے۔ **وماأدراك ما الطارق (الطارق ۲)**

۱۹۔ اور آپ (ﷺ) کیا جانیں کہ وہ جزا کا دن کیا ہے۔ **وما أدراك ما يوم الدين (الانفطار ۱۷)**

۲۰۔ اور آپ (ﷺ) کیا جانیں کہ الحطمہ کیا ہے **وما أدراك ما الحطمة (الھمزہ ۵)**

۲۱۔ اور آپ (ﷺ) کیا جانیں کہ وہ کیا ہے۔ **وما أدراك ماهيه (القارعۃ ۱۰)**

قارئین کرام۔ یہاں چھ مرتبہ ماأدراك کا حوالہ آپ نے دیکھا۔ قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر یہ جملہ آیا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی واقعہ کو بیان کرنے سے قبل یہ واضح کرتے ہیں کہ "اسے اور کوئی نہیں جانتا"۔ اور پھر اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ انصاف کیجئے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے!

۲۲۔ اگر میں غیب کا جاننے والا ہوتا تو سب بھلائیاں اپنے لئے اکٹھی کرلیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسّنى السوء (الاعراف ۱۸۸)

امام رازیؒ نے اس آیت کو آپ ﷺ کے عدم علم غیب پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ (جلد ۴ ص ۳۳۱)

۲۳۔ فرمان الٰہی کہ "اے نبی ﷺ یہ کبھی نہ کہنا کہ میں یہ کام کل کروں گا ہاں اگر اللہ چاہے تو" (کہف ۲۳)۔

مشرکین نے یہود کے کہنے پر آپ ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے وعدہ کیا کہ کل بتاؤں گا۔ اس بھروسہ پر کہ جبریل علیہ السلام آئیں گے تو دریافت کرلوں گا۔ جبریل علیہ السلام پندرہ دن تک نہ آئے۔ آپ ﷺ نہایت پریشان ہوگئے۔ مشرکین نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ آخر جبریل علیہ السلام سورۃ کہف لے کر نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی کہ بغیر انشاء اللہ کہے کبھی ایسا وعدہ نہ کرنا۔ (۲۵)

۲۴۔ جملہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا جواب کہ ہم عالم الغیب نہیں۔ (المائدہ ۱۰۹)

۲۵۔ مزید حوالہ جات کے لئے سورۃ اعراف۔ توبہ۔ یونس۔ ھود۔ یوسف۔ رعد۔ نحل۔ کہف۔ مومنون۔ لقمان۔ احزاب۔ سبا۔ فاطر۔ یٰس۔ زمر۔ مومن۔ سجدہ۔ حم سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ احقاف۔ حجرات اور حشر ملاحظہ ہوں۔ جہاں بار بار یہ اعلان ہورہا ہے

(۲۵) روح المعانی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر کبیر (امام رازیؒ)

کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دوسرا کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں۔

سورۃ یونس کی آیت نمبر ۳۷ (وماکان ھذا القرآن......) کی شرح میں امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو مستقبل کی خبریں دی ہیں وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی حاصل ہوئی ہیں۔

قارئین کرام۔ مندرجہ بالا چھپن (۵۶) حوالہ جات برائے نمونہ آپ کے سامنے موجود ہیں جن کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے۔ غیب پر کوئی قادر نہیں۔ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ قرآن حکیم سے بڑھ کر اور کس کی سند یا اتھارٹی قابل قبول ہو سکتی ہے؟ قرآن کا فیصلہ نص قطعی ہے۔ یہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ہر ہستی کے لئے علم غیب کی نفی آئی ہے۔ خود زبان نبوی ﷺ سے کہلوا دیا کہ آپ اعلان کر دیں کہ "میں غیب نہیں جانتا" (انعام ۵۰) اور یہی بات سورۃ اعراف (آیت ۱۸۸) میں بیان فرما دی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ماضی کی خبریں بتائیں۔ قیامت کے حالات بتائے۔ بے شمار خبریں دیں۔ لیکن یہ بھی کہہ دیا کہ اس سے قبل آپ (ﷺ) یہ نہیں جانتے تھے۔ جو ہستی پہلے نہ جانے۔ اور کسی کے بتانے سے اسے کوئی خبر حاصل ہو۔ اسے عالم الغیب کیسے کہہ سکتے ہیں۔ پھر کائنات کے ذرے ذرے کی خبر یا ما کان وما یکون کی خبر آپ کو کیسے معلوم ہوگئی اور کب؟ جو حضرات قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں ان پر تو یہ عیاں ہے کہ بے شمار باتیں ایسی ہیں جو آخر وقت تک آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتائی جاتی رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر کبھی اس بات کا اشارہ تک نہیں دیا کہ آپ ﷺ عالم الغیب ہیں۔ ہر روز بے شمار معاملات ایسے پیش آتے رہے جو علم غیب کی نفی کرتے ہیں۔ ان کی سینکڑوں مثالیں باب حدیث میں آئیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ بے شمار قرآنی حوالہ جات میں سے میں نے صرف ۵۶ پر اکتفا کیا ہے۔ مومن کے لئے صرف ایک ہی دلیل کافی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟

(ألیس اللہ بکاف عبدہ)

علم غیب۔ احادیث کی روشنی میں :

مندرجہ بالا آیات قرآنی آپ ﷺ کی زندگی پر سب سے بڑی اسناد اور نصوص ہیں۔ جن کی موجودگی میں کسی حدیث کی قطعاً ضرورت نہیں۔ کیونکہ احادیث قرآن کے تابع ہوں گی اور تائید و تشریح کریں گی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن کے بعد صاحب قرآن علیہ السلام نے اس ضمن میں کیا فرمایا۔

ا۔ علم غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(۱) کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ (۲) کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادہ میں کیا ہے۔ (۳) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ (۴) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ (۵) کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہو گی۔ (۲۶)

قارئین۔ یہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق ہر انسان سے ہے اور یہ فوری طور پر رونما ہونے والے (یعنی کل کے) واقعات ہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ یا وہ خود کل کیا کرے گا۔ یا کل اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ اس سے آپ کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟؟ یہاں علم غیب کا اثبات ہے یا نفی؟

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "امور غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اطلاع کے لئے سب سے زیادہ وہ چیز ہے جو دروازوں میں پوشیدہ ہے اور کنجیاں دروازوں کے کھولنے کے سب سے زیادہ آسان ہیں۔ پس جب سب سے آسان چیز کا مقام بھی کسی کو معلوم نہیں تو اس سے آگے کی جو شے ہے وہ تو اور زیادہ

---

(۲۶) بخاری جلد ۱ (باب الاستسقاء جلد دوم کتاب التفسیر احادیث نمبر ۱۷۳۹۔۱۸۰۸۔۱۸۸۶۔۱۸۸۷۔ فتح الباری جلد ۲ کتاب الایمان۔ جلد ۷۔ ۸ (کتاب التفسیر) اور عمدۃ القاری نیز صحیح مسلم اور صحاح ستہ کی کتب میں ۲۰ سے زیادہ روایات موجود ہیں۔

اس بات کی مستحق ہے کہ اسے کوئی نہ جانے۔ (۲۷) (صحیح بخاری کی ان روایات کی موجودگی میں دوسری کتب احادیث کے حوالہ جات کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ جو حضرات مزید تحقیق کرنا چاہیں وہ مسلم اور صحاح ستہ کی دیگر احادیث کو دیکھ لیں)۔

۲۔ **بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔** اس عنوان کے تحت بے شمار واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ ملاحظہ ہوں۔

۳۔ **لیلۃ القدر کی خبر بھلادی گئی۔** ایک دفعہ آپ ﷺ لوگوں کو لیلۃ القدر کی خبر بتانے کے لئے نکلے۔ لیکن پھر وہ خبر آپ ﷺ سے اٹھالی گئی یا آپ ﷺ بھول گئے۔ اور پھر لوگوں کو نہ بتایا۔ صرف بخاری اور مسلم میں ۱۱ روایات موجود ہیں۔ (۲۸)

۴۔ **نماز میں بھولنے کے واقعات۔** ایک دفعہ نماز کے لئے صفیں کھڑی ہوئی۔ آپ ﷺ بھی امامت کے لئے اپنے مقام پر کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں آپ ﷺ کو یاد آیا کہ غسل جنابت لازم تھا۔ صحابہؓ سے فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آپ واپس گئے۔ غسل کیا اور واپس تشریف لائے تو سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ (۲۹) بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے ان الفاظ میں روایت بیان ہوئی ہے کہ "آپ ﷺ (نماز کے لئے) آگے بڑھ گئے حالانکہ آپ ﷺ جنبی تھے"۔ (**فتقدم وهو جنب**) جبکہ مسند احمد کی روایت میں آیا ہے کہ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں جنبی تھا۔ اور نہانا بھول گیا تھا" (۳۰)

---

(۲۷) فتح الباری جلد ۱۳۔ کتاب التوحید۔ (۲۸) بخاری جلد ۱۔ کتاب الایمان۔ کتاب الاذان اور کتاب الصیام۔ فتح الباری متعلقہ ابواب۔ صحیح مسلم۔ شرح امام نوویؒ جلد ۵ ص۔۱۶۰ تا ۱۶۳۔ (۲۹) بخاری جلد ۱ کتاب الغسل اور کتاب الاذان (۳ روایات)۔ (۳۰) مشکوۃ جلد ۱۔ حدیث ۹۴۴ (مکروہات نماز) اور فتح الباری جلد ۱ (کتاب الغسل) جلد ۲ (کتاب الاذان)۔

۵۔ ظہر میں بجائے ۴ کے ۵ رکعت نماز پڑھائی۔ بعد میں صحابہؓ نے دریافت کیا کہ کیا نماز میں کچھ زیادتی کر دی گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ جب بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے ۵ رکعت پڑھی ہیں تو آپ ﷺ نے دو سجدے کئے۔ کتب احادیث ان روایات سے بھری پڑی ہیں۔ صرف صحیح بخاری میں سات روایات موجود ہیں۔ (۳۱)

۶۔ قرآن کی ایک آیت بھول گئے۔ ایک شخص کو آپ ﷺ نے قرآن پڑھتے سنا۔ تو فرمایا کہ اللہ اس پر رحم کرے۔ اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلا دی جو میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ صحیح بخاری میں ۵ روایات موجود ہیں۔ (۳۲) اس صحابی کا نام عبد اللہ بن یزید تھا۔ (فتح الباری۔ جلد ۵)

وہ واقعات جن سے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مطلع کیا۔

یوں تو منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد تمام واقعات و حالات کی خبر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو دی۔ لیکن کچھ واقعات احادیث میں زیادہ نمایاں ہیں جن کی کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۷۔ آسمانوں پر (دورانِ معراج) آپ ﷺ نے مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں کیں۔ آپ ﷺ نے ہر نبی کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ فلاں ہیں۔ (۳۳)

۸۔ ایک قوم دیکھی جن کے پیٹ گھڑوں کی طرح تھے اور ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے۔ جو باہر سے نظر آرہے تھے۔ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو بتایا گیا کہ یہ سود خور ہیں۔ (۳۴)

---

(۳۱) بخاری جلد ۱۔ کتاب الاذان کتاب الصلوۃ اور تقصیر الصلوۃ۔ (۳۲) جلد ۱۔ کتاب الشہادات جلد ۳۔ باب نسیان القرآن۔ (۳۳) بخاری جلد ا کتاب الصلوۃ۔ جلد ۲۔ کتاب الانبیاء اور بدا الخلق۔ (۳۴) مشکوۃ جلد ۲۔ (سود کے بیان میں) حوالہ احمد و ابن ماجہ۔

۹۔ بیت المعمور۔ سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہروں کا نکلنا اور کوثر کے متعلق آپ ﷺ نے حضرت جبریل السلام سے دریافت کیا تو آپ ﷺ کو تفصیل بتائی گئی۔ (۳۵)

۱۰۔ جنت میں قدموں کی آواز سنی تو دریافت کیا کہ یہ کس کی آواز ہے۔ تو بتایا گیا حضرت بلالؓ کے قدموں کی۔ (۳۶)

۱۱۔ جنت میں ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کس کا محل ہے اور یہ عورت کون ہے تو بتایا گیا کہ حضرت عمرؓ کا۔ (۳۷)

۱۲۔ آپ ﷺ نے خطبے میں فرمایا کہ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔ اور پھر فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہی کہا ہے۔ (۳۸)

۱۳۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ طواف کعبہ کر رہا ہے۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کو دیکھا جس کی ایک آنکھ بے نور تھی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دجال ہے۔ (۳۹)

۱۴۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کے متعلق خبر دی کہ کھانا لے کر آرہی ہیں۔ (۴۰)

۱۵۔ آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور کہا کہ جو آگ جلا رہا ہے وہ دوزخ کا فرشتہ ہے۔ میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ (۴۱)

---

(۳۵) بخاری جلد ۲ (بدأ الخلق اور تفسیر سورۃ الکوثر)۔ (۳۶) مشکوٰۃ جلد ۳ (مناقب عمر) بحوالہ بخاری / مسلم۔ (۳۷) بخاری جلد ۳ (کتاب الرویا) اور مشکوٰۃ جلد ۳ (مناقب عمر) (۳۸) مشکوٰۃ جلد ۲ باب الجہاد۔ (۳۹) بخاری جلد ۲۔ کتاب الانبیاء۔ جلد ۳۔ کتاب الفتن۔ فتح الباری متعلقہ ابواب۔ (۴۰) مشکوٰۃ مناقب ازواج النبی ﷺ (بحوالہ بخاری / مسلم)۔ (۴۱) بخاری جلد ۲ باب بدأ الخلق۔

۱۶۔ حالت نماز میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ آپ ﷺ کے جوتوں کے ساتھ نجاست لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً جوتے اتار دیے۔ (۴۲)

۱۷۔ واقعہ بئر معونہ کی خبر۔ آپ ﷺ نے قبیلہ بنی عامر کی طرف کچھ لوگوں کو بغرض تبلیغ بھیجا۔ جن کی تعداد ۷۰ تھی۔ ان لوگوں نے دھوکے سے اچانک حملہ کر کے ۶۹ کو شہید کر دیا۔ اس سنگین واقعہ کی خبر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ کو اس واقعہ پر شدید صدمہ ہوا۔ چنانچہ مسلسل ایک ماہ تک ان کی ہلاکت کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھتے رہے۔ (۴۳)

۱۸۔ قیامت کب ہو گی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں حاضر ہوئے۔ اور دریافت کیا کہ قیامت کب ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا"۔ (۴۴)

قارئین کرام۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق تمیں حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کئے کہ کس طرح ہر چھوٹی اور بڑی خبر جو آپ ﷺ کو بتائی جانی مقصود تھی۔ وہ آپ ﷺ کو بتائی گئی۔ بے شمار اشیاء آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں۔ حالت نماز میں جوتی اتار دی کیونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی کہ اس میں گندگی لگی ہوئی ہے۔ ان معاملات پر غور کریں اور سوچیں کہ آپ ﷺ کس طرح "عالم الغیب" ہوئے۔ اگر ذرے ذرے کا علم آپ ﷺ کو حاصل تھا تو یہ تضاد کیسا؟ اور کیوں؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا کہ ہمارے رسول ﷺ کے خلاف وضعی اور جھوٹی روایت کو کس ہنر اور مہارت سے استعمال کیا گیا؟؟۔

---

(۴۲) مشکوٰۃ جلد ۱ باب ستر۔ حوالہ ابو داؤد۔ (۴۳) بخاری جلد ۲۔ کتاب الجہاد اور کتاب المغازی۔ جلد ۳۔ کتاب الدعوات اور فتح الباری متعلقہ ابواب۔ (۴۴) بخاری جلد ۱ کتاب الایمان۔ فتح الباری جلد ۱ اور عمدۃ القاری (کتاب الایمان)۔

۱۹۔ معاویہ بن معاویہ المزنی کی وفات کی خبر حضرت جبریل علیہ السلام نے تبوک کے مقام پر دی۔ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔ ان کا مدینے میں انتقال ہو گیا تھا۔ (۴۵)

۲۰۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک سفر کے دوران ان کا ہار گم ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے تلاش کرنے کے لئے قافلے کو وہیں روک دیا۔ کافی تلاش کیا لیکن نہ ملا بالآخر رات وہیں قیام فرمایا۔ اس جگہ پانی نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت ناراض ہوئے کہ عائشہؓ کی وجہ سے قافلے کو وہیں ٹھہرنا پڑا۔ صبح کے وقت دیکھا کہ ہار حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ (۴۶)

قارئین۔ محسن انسانیت ﷺ کے علاوہ اس امت کے ستارے اور افضل ترین انسان وہاں رات بھر ہار کی وجہ سے ٹھہرے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہ کے پیٹ میں اپنے ہاتھ سے کچوکے بھی دیئے اور شدید ناراضگی کا اظہار بھی کیا۔ اگر آپ ﷺ کو ذرے ذرے کا علم تھا تو یہ سب کچھ کیا ہے۔ نیز یہاں تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ "مکمل علم غیب کے حصول کے بغیر کوئی شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا"۔ (۴۷)

تو قارئین کرام۔ انصاف کریں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے علاوہ اس قافلے میں شامل بے شمار صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی ولی اللہ نہیں تھا؟؟ یہاں تو ولی اللہ بننے سے پہلے علم غیب کا کورس کرایا جاتا ہے۔ لیکن وہاں کائنات کی بہترین مخلوق۔ سردار انبیاء (ﷺ) کے ہمراہ سرداران امت۔ لیکن ہار نہ مل سکا۔ کسی نے علم غیب کا دعویٰ نہیں کیا۔

---

(۴۵) عمدۃ القاری۔ جلد ۸ ص ۱۱۹۔ اور عین الھدایہ (اردو ترجمہ) ص۔ ۷۰۵۔۷۰۶۔ (۴۶) بخاری جلد ا کتاب التیمم (حدیث ۳۲۴) جلد ۲ کتاب الانبیاء (حدیث ۸۶۹) فتح الباری جلد ا۔ ص۔ ۴۳۳ تا ۴۳۵ اور عمدۃ القاری کتاب التیمم۔ (۴۷) خالص الاعتقاد۔ ص ۵۲۔

۲۱۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ یہ کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ یہ میرا رضاعی بھائی ہے"۔ (۴۸) کیا اس میں کوئی شک ہے کہ اس آدمی کے متعلق آپ ﷺ نہیں جانتے تھے اور یہ نہ جاننا کیا ہے!

۲۲۔ آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔

"کتاب الایمان" میں ابی عامرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں حاضر ہوئے۔ سوال و جواب کے بعد جب وہ غائب ہوئے تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ تو جبریلؑ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ جب بھی جبریلؑ آئے میں نے انہیں پہچان لیا سوائے آج کے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اعرابی کی صورت میں جبریل علیہ السلام کو نہیں پہچان سکا۔ (۴۹)

۲۳۔ آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن کو نہ پہچان سکے۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی ایک بیٹی شیماؓ تھیں (بنت حارث) وہ عمر میں آپ ﷺ سے چند سال بڑی تھیں۔ اور آپ ﷺ کو بچپن میں اٹھایا کرتی تھیں۔ اسی علاقے میں ۸ھ میں غزوہ حنین رونما ہوا۔ بنو ہوازن گرفتار ہوئے تو قیدیوں میں شیماؓ بھی تھیں۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ کی بہن ہوں۔ آپ نے ثبوت مانگا تو انہوں نے ثبوت میں پشت پر وہ زخم دکھایا جو آپ ﷺ نے بچپن میں انہیں لگایا تھا۔ (۵۰)

---

(۴۸) بخاری جلد اوّل۔ کتاب الشہادات اور فتح الباری جلد ۵۔ (۴۹) فتح الباری جلد اوّل کتاب الایمان اور بخاری جلد اوّل۔ حدیث ۲۴۵۹۔ (۵۰) سیرت ابن ہشام جلد ۲، اردو ترجمہ ص ۵۴۸۔

۲۴۔ آپ ﷺ کو راستے میں پڑی ہوئی کھجور ملی تو خواہش کے باوجود اسے نہ کھایا۔ اور فرمایا کہ اگر مجھے خدشہ نہ ہو تا کہ یہ صدقہ کی ہے۔ تو میں اسے کھالیتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اپنے بستر پر گری ہوئی کھجور دیکھتا ہوں۔ اسے کھانے کے لئے اٹھاتا ہوں۔ پھر خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ صدقے کی نہ ہو چنانچہ اسے پھینک دیتا ہوں۔ (۵۱)

۲۵۔ ہدیہ یا صدقہ۔ آپ ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو پوچھتے کہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ نہ کھاتے (۵۲)

۲۶۔ حضرت علیؓ کی تلاش۔ ایک دفعہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو حضرت فاطمہؓ سے حضرت علیؓ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ ناراض ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو ان کی تلاش میں روانہ کیا۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس شخص نے واپس آکر اطلاع دی کہ حضرت علیؓ مسجد میں سو رہے ہیں چنانچہ آپ ﷺ وہیں چلے گئے۔ (۵۳)

۲۷۔ ایک عورت مر گئی تو آپ ﷺ کو اطلاع نہ دی گئی۔ ایک حبشی عورت مسجد نبوی ﷺ میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ عورت کدھر گئی؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ مر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس وقت آپ ﷺ سو رہے تھے۔ لہذا اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ لوگوں نے اس کی قبر بتائی تو آپ ﷺ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔ (۵۴) اس ضمن میں بخاری اور مسلم کی آٹھ مستند روایات موجود ہیں۔ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک تو آپ ﷺ کو

(۵۱) بخاری جلد اوّل۔ کتاب اللقطہ۔ مشکوٰۃ جلد اوّل حوالہ بخاری / مسلم اور فتح الباری جلد ۵۔ احادیث ۲۴۳۱ اور ۲۴۳۲۔ (۵۲) بخاری جلد اکتاب الہبہ۔ فتح الباری جلد ۵ حدیث ۲۵۷۶۔ (۵۳) بخاری کتاب الصلوٰۃ۔ مسلم مناقب علیؓ شرح مسلم نوویؒ جلد ۶۔ (۵۴) بخاری جلد اکتاب الصلوٰۃ اور کتاب الجنائز۔ مشکوٰۃ جلد ا۔ حوالہ بخاری / مسلم

اس عورت کی موت کی خبر نہ ہوئی۔ اور دوسرا آپ ﷺ کو اس کی قبر کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ ذرا غور کریں۔ علم غیب یا نفی علم غیب؟

۲۸۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ نے آپ ﷺ کو خبر سنائی۔

انہوں نے آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر اپنی لونڈی کو آزاد کردیا تھا۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ کو اس کے بارے میں خبر دی۔ (۵۵) یہ خبر دینا کیا ہے؟ کیا عالم الغیب ہستی کو کسی دوسرے کی اطلاع کی ضرورت ہوتی ہے؟ اگر کوئی ہستی کسی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کی خبر کسی دوسرے ذریعے سے سنے تو کیا اسے عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔

۲۹۔ آپ ﷺ نے زہر آلود گوشت کھا لیا۔

خیبر میں ایک عورت نے آپ ﷺ کو زہر آلود بکری کا گوشت پیش کیا۔ تو آپ ﷺ نے کچھ کھایا ہی تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطلاع دے دی۔ جبکہ دوسری روایت جسے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی آخری بیماری کے دوران فرمایا کہ ”خیبر میں جو زہر دیا گیا تھا اس کا درد ہمیشہ میں نے پیٹ میں محسوس کیا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ زہر میری رگ کاٹ رہا ہے“۔ (۵۶)

قارئین کرام۔ اس سے ثابت ہورہا ہے کہ آپ ﷺ نے زہر آلود گوشت کھایا تھا۔ جس کا اثر آپ ﷺ محسوس کرتے رہے۔ آخری وقت اس زہر نے آپ ﷺ کو بڑی تکلیف دی۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ (۵۷) اور اسی زہر کے اثر سے آپ ﷺ نے شہادت پائی۔ اسی لئے آپ ﷺ کو شہید بھی کہا جاتا ہے۔ (۵۸)

---

(۵۵) بخاری جلد ۱ حدیث ۲۴۰۹۔ فتح الباری جلد ۵، حدیث ۲۵۹۲۔ (۵۶) بخاری جلد ۱ حدیث ۲۴۲۹ اور فتح الباری جلد ۵ حدیث نمبر ۲۶۱۷ بخاری جلد ۲، کتاب المغازی اور فتح الباری جلد ۷۔ کتاب المغازی۔ (۵۷) فتح الباری جلد ۵ حدیث نمبر ۲۶۱۷ کی شرح (۵۸) سیرت ابن ہشام جلد اول (اردو ترجمہ) ص ۴۰۴

کیا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر زہر کھایا تھا؟ اس واقعہ سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ علم غیب یا عدم علم غیب۔ پھر آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک صحابی حضرت بشر بن برأ بھی تھے۔ جو زہریلا گوشت کھانے سے شہید ہوگئے۔ چنانچہ وہ عورت (زینب جو مرحب کی بہن تھی) قصاص میں قتل کی گئی۔ (۵۹)

۳۰۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت۔ واقعہ افک قرآن حکیم کا انتہائی اہم اور حساس واقعہ ہے۔ جو غزوہ بنی المطلق سے واپسی پر پیش آیا۔ سورہ نور اور بے شمار احادیث میں تفصیل موجود ہے۔ (۵۹الف)

قارئین۔ تہمت کا یہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے لئے بہت ہی مشکل دور تھا۔ خود حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے میری علیحدگی (یعنی طلاق) کے لئے مشورہ طلب فرمایا۔ بخاری و مسلم میں **یستشیرهما فی فراق أهله** کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ نے ان دونوں سے اپنی اہلیہ کی علیحدگی کے لئے مشورہ طلب کیا۔ جبکہ حضرت عائشہؓ یہ خبر سنتے ہی گر پڑیں اور مسلسل ایک ماہ تک بیمار رہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا حضرت عائشہؓ سے یہ کہنا کہ "اگر تجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو توبہ و استغفار کر" اور حضرت عائشہؓ کا جواب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بارے میں کس قدر پریشان تھے۔ آخر وحی الٰہی نے حضرت عائشہؓ کی براءت کا اعلان کیا اور بہتان لگانے والوں کے خلاف حد قذف نافذ کی گئی۔ خود حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں۔ کہ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ خواب یا کسی اور اشارے سے براءت فرما دیں گے۔ انہیں یہ یقین ہی نہیں تھا کہ ان کے متعلق قرآن مجید کی ایک سورۃ نازل ہوگی

---

(۵۹) تفسیر ابن کثیر سورۃ المائدہ (آیت نمبر ۵) اور الشوریٰ آیات ۳۶ تا ۳۹۔ (۵۹ الف) بخاری کتاب الشہادات۔ کتاب التفسیر۔ صحیح مسلم باب الافک۔ فتح الباری کتاب التفسیر اور باب الافک) عمدۃ القاری جلد ۱۹ اور نوویؒ (شرح مسلم) باب الافک۔

جسے تا قیامت لوگ پڑھتے رہیں گے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ عالم الغیب صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ؟؟

۱۳۔ ابن صیاد کا واقعہ۔ ابن صیاد ایک یہودی لڑکا تھا۔ جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کو شک تھا کہ دجال ہے۔ آپ ﷺ کچھ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ اس سے ملے۔ اور کچھ سوالات پوچھے۔ لیکن بات واضح نہ ہو سکی۔ ایک دن آپ ﷺ حضرت ابی بن کعبؓ کے ہمراہ اس باغ کی طرف گئے جہاں ابن صیاد رہتا تھا۔ جب باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ چادر اوڑھے کچھ بڑبڑا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے درختوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے اس کے نزدیک جانے کی کوشش کی تاکہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سن سکیں۔ ابھی آپ ﷺ قریب پہنچنے ہی والے تھے کہ ابن صیاد کی ماں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور ابن صیاد سے کہا کہ "محمد ﷺ آرہے ہیں" وہ اٹھ بیٹھا اور خاموش ہوگیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس کی ماں اسے اصلی حالت پر رہنے دیتی تو حقیقت حال واضح ہو جاتی۔ (٦٠)

ابن صیاد پر محدثین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں بھی بے شمار روایات آئی ہیں۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو ابن صیاد کے متعلق شک تھا کہ وہ دجال ہے۔ اوپر بیان کردہ احادیث اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد سے سوال و جواب کے بعد حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تو یہ وہی دجال ہے تو تم اس پر قابو نہ پاسکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کے قتل میں کوئی بھلائی نہیں"۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ آپ کس طرح قسم کھا کر کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں نے

---

(٦٠) بخاری جلد اول کتاب الجنائز۔ حدیث نمبر ۱۲۶۵۔ جلد ۲ کتاب الجہاد حدیث نمبر ۳۰۰ فتح الباری جلد ۳ کتاب الجنائز، جلد ۷ کتاب الجہاد اور جلد ۱۳ کتاب الاعتصام عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۱۷۱ تا ۱۸۵۔

حضرت عمرؓ سے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں سنا کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس سے انکار نہیں فرمایا"۔ ترمذی میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ دجال کی جو صفات آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ ابن صیاد میں موجود ہیں۔ اسی طرح ابوداؤد میں حوالہ حضرت جابرؓ یہ روایت آئی ہے کہ واقعہ حرہ کے دوران ابن صیاد کو غائب پایا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے حوالے سے ایک روایت ہے کہ مدینہ سے مکہ سفر کے دوران ابن صیاد ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے کہا کہ لوگ اسے دجال کہہ کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ کہنے لگا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات نہیں سنی کہ دجال لاولد ہوگا۔ جبکہ میری اولاد ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہوگا جبکہ میں مدینے سے آرہا ہوں اور مکہ کی طرف جارہا ہوں۔ مسلم ہی کی ایک روایت اس طرح ہے کہ اس نے کہا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دجال یہودی ہوگا۔ جبکہ میں مسلمان ہوچکا ہوں۔

ابوداؤد میں موسیٰ بن عقبہ (عن نافع) یوں روایت بیان ہوئی ہے کہ ابن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم مجھے کوئی شک نہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت نافعؒ سے یہ روایت موجود ہے کہ ایک بار حضرت ابن عمرؓ نے ابن صیاد سے کچھ کہہ دیا۔ جس سے وہ غضبناک ہوگیا۔ اور اس کی رگیں پھول گئیں۔ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو خبر ملی تو فرمایا کہ ابن عمرؓ اللہ تم پر رحم کرے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دجال کسی بات پر غضبناک ہو کر ہی خروج کرے گا۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دجال کے متعلق آپ ﷺ کو جو علم دیا گیا تھا وہ اس کی صفات کے متعلق تھا۔ وہ کب اور کہاں ظاہر ہوگا اس کی خبر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نہ دی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر دجال میری موجودگی میں ظاہر ہوا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اور اگر وہ میرے بعد ظاہر ہوا تو ہر

آدمی اپنی طرف سے خود ہی اس کا مقابلہ کرے" (صحیح مسلم۔ ذکر الدجال) وہ کہاں سے نکلے گا؟ صحیح مسلم (قصۃ الجساسہ) میں اس طرح روایت ہے کہ "وہ بحر شام یا بحر یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے"

مسند احمد میں ہے کہ دجال اصفہانی یہودیوں میں سے ہوگا۔ قارئین محترم! ابن صیاد کے متعلق آپ ﷺ کو جو شک تھا اس نے تمام صحابہ کرامؓ کو اس کی موت تک پریشان ہی رکھا۔ جس کی کچھ جھلکیاں آپ دیکھ چکے ہیں۔ لیکن بالآخر وہ مسلمان ہوکر مدینے ہی میں فوت ہوا۔ اس پر نماز جنازہ سے قبل اس کا چہرہ لوگوں کو دکھایا گیا اور کہا گیا کہ لوگو گواہ رہنا۔ آج اسے فوت ہوئے ۱۴۰۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ جبکہ دجال کا ظہور ابھی باقی ہے جو قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ وہ کب ظاہر ہوگا؟ اس کا علم سوائے علیم و خبیر رب تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔ یہ واقعات کیا ظاہر کررہے ہیں؟ علم غیب یا کچھ اور؟ اور آگے چلیے۔

۳۲۔ اگر مجھے پہلے اس بات کا علم ہوتا۔ ۱۰ھ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ حج کا احرام باندھا گیا۔ آپ ﷺ مع صحابہ کرامؓ ۴ ذی الحج کو مکہ پہنچے تو لوگوں کو حکم دیا گیا کہ صفا و مروہ کا طواف کریں اور اس حج کو عمرہ میں بدل دیں۔ سوائے ہدی والے کے سب احرام کھول دیں (سوائے آپ ﷺ کے کسی کے پاس ہدی کا جانور نہ تھا) صحابہؓ اس حکم پر پریشان ہوگئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر میں پہلے سے وہ بات جان لیتا جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں بھی ہدی نہ لاتا" صرف بخاری میں ۵ روایات ہیں باقی کا حساب ہی نہیں۔ (۶۱)

قارئین کرام! اس سے کیا ثابت ہورہا ہے؟ علم غیب یا اس کی نفی؟ اور آگے چلیے۔

۳۳۔ اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما

(۶۱) بخاری جلد ۱۔ (کتاب المناسک) جلد ۳ کتاب الاحکام اور کتاب الاعتصام، شرح مسلم نوویؒ جلد ۳ اور فتح الباری جلد ۳ کتاب الحج

تھے۔ ایک شخص نے آپ ﷺ کو دریچے سے جھانک کر دیکھا (اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں کوئی آلہ تھا) تو آپ ﷺ نے غصے میں فرمایا کہ "اگر میں جانتا کہ تو جھانک کر دیکھے گا تو اس آلے سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا" (۶۲)

میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا؟ بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ آپ ﷺ نے دشمن کی نقل و حرکت معلوم کرنے کیلئے صحابہ کرامؓ کو روانہ کیا۔ غزوہ بدر سے لیکر تمام غزوات میں یہ عمل دہرلیا گیا۔

۳۴۔ غزوہ بدر سے قبل (رجب ۲ھ) حضرت عبداللہ کی کمان میں آٹھ افراد کو وادی نخلہ کی طرف روانہ کیا تاکہ دشمن کی نقل و حرکت سے آپ ﷺ کو آگاہ کریں۔ (۶۳)

۳۵۔ غزوہ بدر سے چند لیام قبل حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک جماعت کے ساتھ بدر کے چشمے کی طرف روانہ کیا تاکہ قریش مکہ کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ (۶۴)

۳۶۔ ابو جہل کی خبر کون لائے گا۔ آپ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا کہ ابوجہل کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے اور خبر لائے۔ (۶۵)

(۳۷)۔ بنو قریظہ کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دوران آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو بنی قریظہ کی طرف جائے۔ اور مجھے ان کی خبر لادے۔ چنانچہ میں گیا۔ جب واپس آیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (بخاری میں چار روایات ہیں)(۶۶)

---

(۶۲) بخاری جلد ۳ کتاب الاستیذان اور کتاب الدیات، صحیح مسلم شرح نووی جلد ۵، فتح الباری جلد ۱۱ کتاب الاستیذان ص ۲۴۔ ۲۵ (۶۳) سیرت ابن ہشام جلد ۱ (اردو ترجمہ) ص ۶۹۴۔ (۶۴) ایضاً ص ۷۱۰ (۶۵) بخاری جلد ۲ کتاب المغازی حدیث ۱۴۱ اور ۱۱۹۴۔ (۶۶) کتاب الانبیاء۔ کتاب المغازی کتاب الجہاد۔

۳۸۔ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہوا تیز تھی اور سردی بھی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو جاکر کافروں کی خبر لائے؟ قیامت کے دن وہ میرے ساتھ ہوگا۔ ہم خاموش ہوگئے۔ آپ ﷺ نے پھر یہی فقرہ دوہرلیا۔ پھر بھی کوئی جواب نہ آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے حذیفہ۔ اٹھ اور کافروں کی خبر لا۔ پس میں گیا۔(٦٧)

۳۹۔ صلح حدیبیہ سے قبل مکہ کی جانب ایک جاسوس روانہ کیا۔ جس نے واپس آکر خبر دی کہ قریش نے آپ ﷺ سے لڑنے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کرلیا ہے۔ وہ آپ ﷺ کو خانہ کعبہ تک نہیں جانے دیں گے۔(٦٨)

۴۰۔ ۸ھ مین غزوہ حنین سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن حدرد اسلمیؓ کو ہوازن کی بستیوں میں بھیجا کہ ان کی نقل وحرکت کے متعلق اطلاع دیں۔(٦٩)

اگر آپ ﷺ حاضر وناظر یا عالم الغیب ہوتے تو ان باتوں کی نوبت کیوں آتی؟؟

۴۱۔ ہجرت کے وقت دو آدمیوں کو اجرت پر رکھا۔ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بوقت ہجرت بنی دیل اور بنی عبد کے دو آدمیوں کو بطور رہبر اجرت پر رکھا۔(٧٠)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اس راستے سے واقف نہ تھے:...... یہ عدم واقفیت کیا ہے؟ قارئین کرام۔ بوقت ہجرت آپ ﷺ نے کفار مکہ کی طرف سے خطرے کے پیش نظر معروف راستہ ترک کرکے گمنام وادیوں میں سے ہوتے ہوئے مدینہ جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ یہ علاقہ گھنی خار دار جھاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ ﷺ یا حضرت ابوبکر صدیقؓ

---

(٦٧) صحیح مسلم واقعہ غزوہ خندق اور شرح صحیح مسلم نووی جلد ۵۔ (٦٨) بخاری جلد ۲ کتاب المغازی۔ حدیث ۱۳۳۸ (٦٩) سیرت ابن ہشام جلد ۲۔ (٧٠) بخاری جلد اوّل حدیث ۱۲۰۸ اور ۲۱۰۹۔ جلد ۲ حدیث ۱۰۸۷ اور فتح الباری جلد ۴ کتاب الاجارہ۔

ان وادیوں سے واقف نہ تھے لہذا یکے بعد دیگرے دو آدمیوں کو بطور رہبر اجرت پر رکھا گیا۔ اب بھی اس علاقے میں گھنے درخت اور جھاڑیاں موجود ہیں۔ اب اس پر ایک انتہائی وسیع اور خوبصورت پختہ سڑک بنائی گئی ہے جو غار ثور سے مدینہ تک جاتی ہے۔ جسے "طریق الھجرۃ" کہتے ہیں۔ لمبائی ۴۲۵ کلو میٹر ہے۔ راقم نے بفضل باری تعالیٰ ان راستوں اور وادیوں کو طے کیا ہے جنہیں محسن انسانیت ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اب بھی اس راہ کے مسافر کے لئے زمانہ برق رفتاری سے واپس لوٹ جاتا ہے۔ زماں ومکاں کی حدیں سکڑ جاتی ہیں۔ ہر لمحہ یہی احساس وامید رہتی ہے کہ شاید نسل انسانی کے اس مختصر اور مقدس ترین قافلے سے ملاقات ہو جائے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے لو لگانے کے جرم میں وطن سے نکال دیا گیا تھا۔ ڈالی ڈالی پتہ پتہ راہ نورد کو زبان حال سے خوشخبری سنا رہا ہوتا ہے۔ کہ بس...... تھوڑی ہی دیر پہلے......دوناقہ سوار یہاں سے گزرے ہیں۔ جسم فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے بند ٹوٹ جاتے ہیں۔ روح قفس عنصری سے بھاگنا چاہتی ہے۔ بے قرار مسافر کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ راہ کی دوری طول پکڑ جائے۔ اقبالؒ کے ان اشعار کا وہاں مطلب سمجھ میں آیا کہ

غم راہی نشاط امیز ترکن   فغانش را جنوں انگیز ترکن
بگیر اے ساربان راہ درازے   مرا سوز جدائی تیز ترکن

(ارمغان)

وہ راہ کی دوری کو اور طول دینا چاہتے ہیں تاکہ ذوق و شوق کی مدت بھی دراز ہو سکے اور انتظار کا لطف اور زیادہ ہو۔

۴۲۔ ایک صحابی کو جھوٹا سمجھا حالانکہ وہ سچے تھے۔ غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ تبوک کے دوران حضرت زید بن ارقمؓ ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ "میں نے عبد اللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ (ﷺ) اور ان کے اصحاب پر خرچ نہ کرو۔

یہاں تک کہ بکھر جائیں۔ اور جب ہم واپس لوٹ گئے تو عزت والا ذلیل کو باہر نکال دے گا"۔ میں نے یہ واقعہ اپنے چچا سے بیان کیا۔ لور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی لور اس کے ساتھیوں کو بلایا تو ان لوگوں نے قسم کھالی کہ انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا اور انہیں سچا سمجھا۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ میرے چچا نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے ناراض ہوئے ہیں لور تجھے جھوٹا سمجھا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے إذا جاءك المنافقون نازل فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو بلایا اور آیت سنادی۔ اور پھر فرمایا کہ "اے زید! اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کر دی ہے۔" (۷۱)

قارئین کرام۔ انصاف کیجئے۔ حضرت زید بن ارقمؓ ایک کم عمر لور معصوم صحابی تھے فتح الباری میں درج بے شمار روایات میں آپ سے یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضرت زیدؓ اپنے خیمے میں پریشان حال چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ کوئی انہیں دیکھنے نہ پائے۔ جسے اللہ تعالیٰ کا نبی جھوٹا کہہ دیں۔ اس کے غم و الم کو صرف ایک صحابی ہی جان سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے معصوم بندے کی حالت پر رحم آیا لور عرش بریں سے ان کی تصدیق کر دی۔ وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پیار سے حضرت زیدؓ کو کان سے پکڑا اور فرمایا کہ "اس کان نے سچ ہی سنا تھا"۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟؟...... کیا نزول وحی سے پہلے آپ ﷺ حضرت زیدؓ کو جھوٹا نہیں سمجھ چکے تھے؟ کیونکہ عبد اللہ بن ابی نے قسم لور گواہوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو یقین دلا دیا تھا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔

۴۳۔ ایک اور صحابی کو جھوٹا سمجھا حالانکہ وہ بھی سچے تھے۔

ترمذی کتاب التفسیر میں حضرت قتادہ سے ایک واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ ہمارے گھرانے

(۷۱) سورۃ المنافقون۔ صحیح بخاری جلد دوم۔ باب تفسیر۔ دیگر متعدد روایات کے لئے فتح الباری جلد ۸ اور عمدۃ القاری کتاب التفسیر۔

کے بنو ابیرق غریب تھے۔ مدینے کے لوگوں کی خوراک جو اور کھجوریں تھیں۔ امیر لوگ میدہ وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ میرے چچا رفاعہ بن زید کے گھر سے میدے کا تھیلا اور کچھ اسلحہ چوری ہوگیا۔ بنو ابیرق کے متعلق اطلاع ملی کہ وہی چور ہیں۔ میرے چچا نے مجھ سے کہا کہ تم جاکر رسول اکرم ﷺ کو اطلاع دو، میں نے آپ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے مجھے اطمینان دلادیا۔ جب یہ خبر چوروں کو ہوئی تو انہوں نے حضرت اسیدؓ بن عروہ کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے حاضر ہوکر فرمایا کہ "ظلم ہورہاہے۔ یہ مسلمان لوگ ہیں انہیں چور کہا جارہاہے۔ جس کی کوئی دلیل و شہادت نہیں وغیرہ وغیرہ"۔ پھر جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "تم بہت ہی برا کرتے ہو۔ کہ دیندار اور نیک لوگوں کے ذمہ چوری کا الزام لگاتے ہو۔ جبکہ تمہارے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں"۔ میں انتہائی پریشانی کے عالم میں واپس آیا۔ اور سارا واقعہ اپنے چچا کو سنادیا۔ جسے سن کر انہوں نے کہا کہ اللہ المستعان کہ اللہ ہی مددگار ہے۔ اتنے میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور سورہ نساء کی آیات ۱۰۵ تا ۱۰۹ نازل ہوئیں۔ تو آپ ﷺ نے بنو ابیرق سے ہمارا مال واپس دلایا۔ میں انہیں لے کر چچا کے پاس آیا۔ وہ بوڑھے تھے۔ آنکھوں سے بھی کم نظر آتا تھا۔ مجھ سے فرمایا کہ یہ مال اللہ کی راہ میں خیرات کردو" (۷۲)

۴۴۔ آپ ﷺ نے ایک بے گناہ شخص کو زنا کے الزام میں سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کا ارتکاب کیا۔ اور بھاگ گیا۔ عورت کے شور کرنے پر مہاجرین کی ایک جماعت نے ایک دوسرے شخص کو پکڑ لیا۔ اس عورت نے بھی تصدیق کردی کہ یہی شخص تھا۔ مقدمہ آپ ﷺ کے

(۷۲) تفسیر ابن کثیر سورۃ النساء آیات ۱۰۵ تا ۱۰۹ کی تفسیر

سامنے پیش ہوا تو بعد از سماعت آپ ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ اچانک اس وقت اصل مجرم کھڑا ہوا اور کہنے لگا "یا رسول اللہ ﷺ۔ اصل مجرم میں ہوں" چنانچہ آپ ﷺ نے بے گناہ شخص کو دلاسہ دے کر چھوڑ دیا اور اصل مجرم کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ (ترمذی ابواب الحدود)

قارئین!۔ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

اگر اصل مجرم اقرار جرم نہ کرتا تو بے گناہ شخص کو رجم نہ کر دیا جاتا؟

۴۵۔ إنك لاتدری (بے شک آپ ﷺ نہیں جانتے)۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا۔ میرے پاس کچھ لوگ پکڑے ہوئے لائے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ اے پروردگار یہ میری امت میں سے ہیں تو جواب ملے گا کہ آپ ﷺ نہیں جانتے جو کچھ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا۔ پس میں کہوں گا کہ لے جایئے ان کو جنہوں نے میرے بعد دین میں رد و بدل کیا"۔ صحیح بخاری میں ۱۵ روایات اس ضمن میں موجود ہیں۔ صحاح ستہ کی دیگر کتب ان روایات سے بھری پڑی ہیں۔ (۴۳) قارئین۔ حشر برپا ہے۔ آپ ﷺ حوض کوثر پر کھڑے پیاسوں کو پانی پلا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی امت کے بعض لوگ پکڑے ہوئے لائے جائیں گے۔ آپ ﷺ انہیں اپنا کہہ رہے ہیں۔ لیکن جواب آپ نے سنا کہ "آپ ﷺ نہیں جانتے کہ ان لوگوں کے آپ ﷺ کے بعد کیا کرتوت تھے"۔ بلکہ دو احادیث میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "پھر میں بھی وہی کہوں گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے۔ یعنی جب تک میں ان لوگوں میں رہا تو ان پر گواہ رہا۔ لیکن جب مجھے واپس بلایا لیا گیا۔ (یعنی وفات

---

(۴۳) بخاری جلد ۲ (کتاب الانبیاء۔ کتاب التفسیر) جلد ۳ (کتاب الرقاق، کتاب الحشر اور کتاب الفتن) فتح الباری جلد ۸، ۱۱ اور ۱۳ کے متعلقہ ابواب۔ عمدۃ القاری جلد ۱۸ نیز صحیح مسلم کتاب الطہارۃ و کتاب الفضائل اور ابن ماجہ کتاب المناسک۔

پاگیا) تو اے اللہ تعالیٰ تو ہی ان کے حالات سے واقف تھا۔ (۷۴)

صرف صحیح بخاری میں ۱۵ روایات موجود ہیں۔ صحاح ستہ کی جملہ روایات کو اکٹھا کیاجائے تو تو تعداد ۱۰۰ کے قریب بنتی ہے...... انصاف کیجئے کہ ان سے کیا ثابت ہو رہا ہے؟ علم غیب؟ یا آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا؟؟۔ اور آگے چلئے۔

۴۶۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی۔ واقعہ معراج میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "مجھے سدرۃ المنتہی پر پہنچایا گیا۔ جس پر طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا"۔ (۷۵)

۴۷۔ میں نہیں جانتا (لا أدری)۔ ایک صحابی نے یہ قسم کھائی کہ "اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام عالم پر برگزیدہ کیا" تو ایک یہودی نے بھی یہ قسم کھائی کہ "اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر برگزیدہ کیا" اس پر صحابی نے یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ یہودی نے نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے پورا واقعہ سن کر فرمایا کہ "مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوجائیں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایا پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا اللہ تعالیٰ نے انہیں بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ کردیا ہے (بوجہ بے ہوشی طور)(۷۶)

۴۸۔ واقعہ حنین کے بعد جب مسلمانوں نے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کردینے کی اجازت دی تو معاملہ آپ ﷺ کی سامنے پیش ہوا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے

---

(۷۴) مزید تفصیل کے لئے عمدۃ القاری جلد ۱۸ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸ اور فتح الباری جلد ۸ کتاب التفسیر اور جلد ۱۱ کتاب الرقاق۔ (۷۵) بخاری جلد ۲ کتاب بدأالخلق فتح الباری جلد ۷ اور جلد ۸ (تفسیر سورۃ النجم نیز مشکوٰۃ جلد ۳ باب معراج بحوالہ بخاری / مسلم۔(۷۶) بخاری جلد ۲ کتاب الانبیاء جلد ۳ کتاب الرقاق کتاب الدیات۔ فتح الباری جلد ۱۱ اور عمدۃ القاری جلد ۱۸ (صفحات ۲۳۹ تا ۲۴۰) اور جلد ۱۹ ص ۱۴۵ تا ۱۴۶۔

نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے تم لوگ چلے جاؤ یہاں تک کہ وہ لوگ آئیں جو تمہارے حالات سے واقف ہوں"۔(۷۷)

۴۹۔ آپ ﷺ سے جب کسی چیز کے متعلق دریافت کیا جاتا جس کے متعلق آپ ﷺ پر وحی نازل نہ ہوئی ہوتی۔ تو آپ ﷺ فرماتے کہ "میں نہیں جانتا" جب تک کہ آپ ﷺ پر وحی نازل نہ ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے روح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک آیت نازل ہوئی۔ ایک اور شخص نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے کہا کہ۔ لا ادری (۷۸)

۵۰۔ اطلاع ملنے پر آپ ﷺ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت میمونہؓ کے گھر گئے۔ تو آپ ﷺ کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا گیا۔ آپ ﷺ نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں لیکن میرے ملک میں نہیں پایا جاتا لہذا میں نہیں کھاتا"۔(۷۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس ضمن میں صحاح ستہ کی جملہ احادیث کو کتاب الذبائح میں جمع کیا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ آئے ہیں "فرفع رسول اللہ یدہ عن الضب یعنی آپ ﷺ نے سوسمار سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا لیکن جب آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ یہ سوسمار کا گوشت ہے تو آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور گوشت نہ کھایا۔ اس کا مطلب بڑا واضح ہے۔ کہ آپ ﷺ کو بتانے سے معلوم ہوا کہ کس جانور کا گوشت ہے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟؟؟

---

(۷۷) بخاری جلد ۳ کتاب الاحکام نیز فتح الباری اور عمدۃ القاری۔ (۷۸) بخاری جلد ۳ کتاب الاعتصام باب ۱۲۱۱ فتح الباری جلد ۱۳ (ص ۲۹۰ تا ۲۹۲) اور عمدۃ القاری جلد ۲۵ (ص ۴۶) (۷۹) بخاری جلد ۳ کتاب الطعام اور کتاب الذبائح نیز فتح الباری جلد ۹ ص ۵۳۴ اور ۶۶۳ تا ۶۶۸۔

۵۱- لا أدری ما بقائی فیکم ترمذی میں حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے درمیان رہوں گا تم میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا۔

۵۲- اے اللہ حقیقت واضح کر! خاوند نے بیوی پر زنا کا الزام لگایا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا۔ معاملہ لعان تک پہنچا۔ تو آپ ﷺ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ "اے اللہ اس کو واضح کر" (اللھم بین) آخر اللہ تعالیٰ نے حقیقت واضح کر دی۔ (۸۰)

قارئین کرام! معاملہ بڑا سنگین تھا خاوند اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگا رہا ہے وہ انکار کرتی ہے۔ دونوں طرف کوئی گواہ نہیں ایسی صورت میں آپ ﷺ نے ان کے درمیان بذریعہ لعان جدائی کرا دی اور معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا کہ وہی عالم الغیب ہے اس سے کیا ثابت ہو رہا ہے؟؟

۵۳- نمک کی کان دے کر واپس لے لی۔ ابیض ابن حمال نے آپ ﷺ سے مارب میں واقع نمک کی کان مانگی۔ تو آپ ﷺ نے انہیں دے دی۔ جب وہ واپس ہوئے تو ایک شخص نے بتایا کہ وہ کان تو تیار مال کی ہے جس میں نمک تیار رہتا ہے محنت و مشقت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ چنانچہ یہ بات معلوم ہونے پر آپ ﷺ نے وہ کان واپس لے لی۔ (۸۱)

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کو کان کی صحیح صورت حال کا علم نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے اس کان کو مردہ سمجھ کر مانگنے والے کے حوالے کیا تھا لیکن صورت حال کی اطلاع پاتے ہی آپ ﷺ نے فوری طور پر اپنا فیصلہ بدل لیا۔ اور کان واپس لے لی۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

---

(۸۰) بخاری (کتاب المحاربین) اور فتح الباری جلد ۱۲ (ص ۱۸۰ تا ۱۸۱) (۸۱) مشکوٰۃ جلد ۲ (حدیث نمبر ۲۸۶۹) بحوالہ ترمذی۔

۵۴- آپ ﷺ کی اونٹنی کا گم ہو جانا۔ غزوہ بنی قینقاع (اور حوالہ ایک دوسری روایت غزوہ تبوک) کے سفر کے دوران ایک جگہ قافلہ رکا تو آپ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی تلاش بسیار کے باوجود جب وہ نہ ملی تو ایک منافق زید بن اللصیت نے کہا کہ "محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں لیکن اپنی اونٹنی کے متعلق نہیں جانتے" تھوڑے عرصے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر خبر دی کہ اونٹنی کہاں ہے آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور سب کے سامنے فرمایا۔ "بے شک ایک کہنے والے نے کہا کہ محمد (ﷺ) دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان کی خبر آتی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ اور اللہ کی قسم بے شک میں نہیں جانتا مگر وہی چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے اب اللہ نے اس کی جانب میری رہنمائی کر دی ہے اور وہ اس کھائی میں ہے کہ اس کی نکیل ایک درخت میں الجھی ہوئی ہے" (۸۲)

"صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو کیا جانا"۔ وہ لوگ جن کی تربیت آپ ﷺ نے خود کی۔ جو جلوت و خلوت میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ حالت امن و جنگ، سفر و حضر اور خوشی و غم کے لمحات میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا جنھوں نے آپ ﷺ کو اس وقت بھی دیکھا جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور اس وقت بھی جب آپ ﷺ عام حالت میں ہوتے۔ دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو کیا سمجھا؟

۵۵-ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت :

آپ ﷺ کی زوجہ محترمہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ۔ جلوت و خلوت میں ان سے بڑا راز دان اور کوئی بھی نہیں۔ ازواج مطہراتؓ اور تمام مسلمان عورتوں اور مردوں (سوائے کچھ جید اہل

---

(۸۲) تفسیر کبیر (امام رازیؒ) شرح آیت ۱۸۸، سورۃ اعراف فتح الباری جلد ۱۳ (کتاب التوحید) احادیث ۷۳۷۹ اور ۷۳۸۰ کی شرح، سیرت ابن ہشام جلد ۱ (اردو ترجمہ) ص ۵۸۸ اور جلد ۲ ص ۶۲۸۔

علم صحابہ کرامؓ) پر آپ رضی اللہ عنہا کو علمی فوقیت حاصل ہے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آپؓ فرماتی ہیں کہ جو یہ کہے کہ نبی ﷺ کل کا علم رکھتے تھے وہ جھوٹا ہے۔ (۸۳)

۵۶- بیئر معونہ والوں کی بوقت شہادت دعا: بیئر معونہ کا واقعہ آپ پڑھ آئے ہیں کہ آپ ﷺ نے بنو عامر کی درخواست پر ۷۰ قاریوں کا قافلہ بغرض تبلیغ روانہ کیا تھا۔ ان لوگوں نے دھوکے سے انہیں بلایا تھا۔ چنانچہ اچانک حملہ کر کے ۶۹ کو شہید کر دیا ان لوگوں نے بوقت شہادت بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ "اے اللہ ہمارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کی خبر ہمارے بھائیوں کو پہنچادے" چنانچہ ان کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچادی۔ (۸۴)

صحابہ کرامؓ کا اس بات پر ایمان تھا کہ آپ ﷺ نہ تو حاضر و ناظر ہیں اور نہ ہی عالم الغیب۔ اسی پر ان کی موت ہوئی ورنہ وہ ایسی دعا کیوں کرتے!

۵۷۔ اے اللہ! رسول اکرم ﷺ کو اس صورت حال سے آگاہ کر:

حضرت عاصمؓ نے بھی بوقت شہادت دعا مانگی کہ "اے اللہ! اپنے رسول ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچادے" (۸۵)

مشہور واقعہ ۳ ہجری میں رجیع کے مقام پر پیش آیا۔ اسی میں حضرت خبیبؓ قید ہوئے تھے۔ جنہیں بعد میں پھانسی دی گئی۔ انہوں نے بھی وقت شہادت دعا کی تھی کہ "اے اللہ! تو رسول برحق (ﷺ) کو اس واقعہ کی خبر پہنچادے" (۸۶)

---

(۸۳) بخاری (کتاب التفسیر اور کتاب التوحید)۔ فتح الباری جلد ۸۔ تفسیر والنجم اور لقمان۔ عمدۃ القاری (کتاب التفسیر) اور ترمذی جلد ۲ کتاب التفسیر (۸۴) بخاری (کتاب الجهاد، کتاب المغازی اور کتاب الدعوات) اور فتح الباری جلد ۷ کتاب المغازی۔ (۸۵) بخاری (کتاب الجهاد اور کتاب المغازی) دیگر روایات کے لئے دیکھیے فتح الباری اور عمدۃ القاری کے متعلقہ ابواب (۸۶) سیرت ابن ہشام جلد ۲۔ واقع رجیع۔

۵۸- حضرت ابو عامر کا بوقت شہادت سلام بھیجنا: حضرت ابو عامرؓ کو غزوہ حنین کے بعد ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف روانہ کیا گیا وہ جنگ میں شہید ہو گئے۔ بوقت شہادت انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں" (۸۷) حضرت عاصمؓ، حضرت خبیبؓ اور حضرت ابو عامرؓ کا بھی ایمان تھا نہ تو آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور نہ ہی عالم الغیب۔ ورنہ وہ یہ کام کیوں کرتے؟

۵۹- آپ ﷺ کو فتح کی خوشخبری سنانے آدمی بھیجا گیا: حضرت جریرؓ کو ذوالخلصہ (یمن کا بت خانہ) فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا جب بت خانہ مسمار کر دیا گیا تو انہوں نے قبیلہ احمس کے ایک شخص ابو ارطاط کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ فتح کی خوش خبری سنائے (۸۸) قارئین محترم! حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے جن کے سینے پر آپ ﷺ نے ہاتھ مار کر دعا کی تھی کہ "اے اللہ اسے گھوڑے کی پشت پر ثبات عطا فرما اور اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے" انہوں نے کامیابی کی خوشخبری سنانے کے لئے ایک شخص کو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ اس سے ثابت ہوتا کہ ان کا بھی اس بات پر ایمان تھا کہ نبی اکرم ﷺ نہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ ہی عالم الغیب۔ ورنہ خوشخبری سنانے کے لئے آدمی کیوں بھیجتے؟؟

۶۰- آپ ﷺ کو ایک بات کی اطلاع دی گی تو آپ ﷺ کو شدید غصہ آیا: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حنین کے دن آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم میں عدل نہیں ہے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچاؤں گا۔ پس میں آپ ﷺ کے پاس گیا

---

(۸۷) بخاری جلد ۲ کتاب المغازی۔ حدیث ۱۴۵۴ (۸۸) بخاری جلد ۲ (کتاب المغازی حدیث ۴۸۵ اور کتاب الجہاد حدیث ۳۲۰) نیز فتح الباری متعلقہ ابواب

اور انہیں خبر دی تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خون کی طرح سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ "اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا" حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے غصے کو دیکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ کاش! میں نے آپ ﷺ کو یہ کچھ نہ بتایا ہوتا (۸۹)

ایک صحابی کا عمل اور رد عمل دیکھیں۔ پہلے انہوں نے رسول اللہ ﷺ تک وہ خبر پہنچائی انہیں یقین تھا کہ آپ ﷺ نہ ہی حاضر و ناظر ہیں اور نہ عالم الغیب۔ پھر جب اس خبر سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی تو انہیں بھی افسوس ہوا۔ اور پھر سوچا کہ کاش! یہ خبر آپ ﷺ کو نہ سنائی ہوتی۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟؟؟

قارئین کرام علم غیب پر ۵۵ آیات قرآنی اور ۲۰۰ احادیث نبوی کے حوالہ جات آپ نے دیکھے۔ جس سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم غیب صفات باری تعالیٰ کی ایک اہم صفت ہے جس میں کوئی دوسری ہستی شریک نہیں۔ یہی بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بار بار قرآن حکیم میں بیان فرمائی ہے اسی بات کو زبان نبوی ﷺ نے بار بار دہرایا۔ اسی عقیدے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جملہ صحابہ کرامؓ نے وفات پائی اور اسی پر آئمہ اربعہ، فقہا امت اور مشاہیر اسلام قائم رہے۔ حنفیہ نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا ہے جو آپ ﷺ کو عالم الغیب جانے۔ اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی ایسے شخص کو کافر قرار دیا ہے (جواہر القرآن ص ۱۸ بحوالہ مرأۃ الحقیقت) ملا علی قاری حنفیؒ ایسے لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ فهم أعلى الناس لأمره و أشد هم مخالفة لسنته (آپ ﷺ کے فرمان اور سنت کے دنیا میں سب سے زیادہ مخالف یہی لوگ ہیں اور اس عقیدے میں یہ نصاریٰ کے مشابہ ہیں جیسے انہوں نے شریعت اور دین کی مخالفت کی) (۹۰)

(۸۹) مسلم شرح نوویؒ جلد ۳ (اردو ترجمہ ص ۷۰) (۹۰) موضوعات الکبیر (حرف الیاء آخر الحروف)

ہمارا ایمان ہے کہ بے شمار باتیں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتائیں۔ ہزاروں بار حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ اگر نبی اکرم ﷺ حاضر ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو اتنی بار جبریل علیہ السلام کس لئے تشریف لاتے۔ پس جو خبریں آپ ﷺ تک پہنچائی گئیں انہیں آپ ﷺ سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام کو بتا دیا گیا اور انہوں نے آپ ﷺ کو مطلع فرمایا۔ لہذا عالم الغیب صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ جس نے جو خبر ضروری اور مناسب سمجھی رسول اکرم ﷺ کو بتادی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا۔

۶۱۔ ایک عبرت ناک واقعہ: ہر روز کئی واقعات رونما ہوتے ہیں جو ہماری عبرت کے لئے کافی ہیں۔ لیکن ۲۵ اگست ۱۹۸۹ء کو اہل پاکستان کے لئے ایک درد ناک واقعہ رونما ہوا۔ پی آئی اے کا ایک مسافر بردار طیارہ (PK-404) ۷ بجکر ۳۶ منٹ پر گلگت سے اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا جس میں ۵۵ افراد سوار تھے پرواز سے تقریباً ۷ منٹ بعد اس کا رابطہ تمام مراکز سے منقطع ہو گیا۔ وہ طیارہ آج تک نہیں مل سکا دنیا کا یہ پہلا لاپتہ طیارہ ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادارے بین الاقوامی ایجنسیاں اور بے شمار رفاعی و فلاحی تنظیمیں تھک ہار کر خاموش ہو چکی ہیں۔ طیارہ ملانہ اس کے مسافر (جن میں کرنل حامد علی، کیپٹن بلگرامی کے علاوہ دو "اہم امریکی" بھی شامل تھے) پاکستان میں بے شمار آستانوں۔ درباروں اور گدیوں والے۔ جنہیں عوام کی اکثریت "غیب دان" سمجھتی ہے اس ملک میں پوری آب و تاب کے ساتھ حاضر و موجود ہیں گمشدہ مسافروں کے لواحقین نے ہر چوکھٹ پہ دستک دی۔ درباروں پر فریادیں کیں۔ اخبارات نے اپلییں شائع کیں۔ لیکن طیارہ اور اس کے مسافر نہ مل سکے۔۔۔ ہے کوئی عالم الغیب جو یہ عقدہ حل کر سکے؟؟؟ انسانی بے بسی کی اس سے بڑی دلیل اور کون سی ہو سکتی ہے؟؟ ایسے واقعات کے بعد بھی جو افراد علم غیب کا دعوی کریں ہم اسے "گپ شپ" ہی کہہ سکتے ہیں۔ حقیقت میں یہ

غیر سنجیدہ اور دین سے بیزار انسانوں کے مشغلے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے جال سے انسانوں کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

۶۲۔ حضرت علیؓ کا واقعہ :۔ خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت علیؓ نے دو گواہوں کی شہادت پر چوری کے الزام میں ایک بے گناہ شخص کا ہاتھ کاٹ دیا دوسرے دن گواہوں نے اعتراف کیا کہ "اصل چور وہ نہیں بلکہ یہ شخص ہے" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم غیب ہوتا تو بے گناہ شخص کا ہاتھ کیوں کاٹتے ؟؟؟ ان کے مقابلے میں ان غیب دانوں کی حیثیت ہی کیا ہے ؟ لیکن سادہ لوح انسان ان لوگوں کے جالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (۹۱)

۶۳۔ نظریہ حاضر و ناظر پر کچھ مزید دلائل :۔ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ غیب کا علم اسی ہستی کو ہو سکتا ہے جو ہر جگہ ہر حال میں ہر وقت موجود ہو اس کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ایسی ہے جس کے علم کی کوئی حد نہیں اور جو زماں و مکاں پر حاوی ہے وہ پوری قوت اور جاہ و جلال بلکہ ہر روز نئی آن و شان کے ساتھ ہر آن ہر جگہ زندہ و جاوید اور موجود ہے(☆) لیکن دیگر مذاہب کے غیر سنجیدہ اور غالی قسم کے انسانوں کی طرح مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ بھی ہر جگہ زندہ جاوید اور موجود رہتے ہیں(ہندو۔ بدھ۔ یہود و نصاریٰ اور دیگر اقوام کا اپنے اپنے مذہبی رہنماؤں کے متعلق یہی عقیدہ ہے)۔ سبحٰنہ و تعٰلی عما یقولون علوا کبیرا۔

یہ ایک بھاری بات ہے جس کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے کبھی بھی نہیں کیا نہ ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی تعلیم دی ہے۔ قرآن حکیم اور حیات نبوی ﷺ سے اس نظریے کی تردید میں بے شمار مثالیں ہیں۔ جن میں سے کچھ پیش کی جا چکی ہیں اگرچہ علم غیب کے زیر عنوان دیئے گئے حوالہ جات کے بعد اس موضوع پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔

---

(۹۱) بخاری جلد ۳ کتاب الدیات باب ۱۰۱۶ اور فتح الباری جلد ۱۲۔ باب ۲۱ ص ۲۲۱

(☆) امام کعبہ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ نے اس پر ملاحظہ لکھا ہے کہ یہ سلف صالحین کے عقیدے کے منافی ہے تمام آئمہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عرش عظیم پر مستویٰ ہے۔

مسئلہ حاضر و ناظر قرآن حکیم کی روشنی میں :۔ قرآن حکیم میں ماضی کے بے شمار واقعات بیان کئے گئے ہیں جو بذریعہ وحی نازل ہوئے اگر نبی اکرم ﷺ کو حاضروناظر مان لیا جائے تو پورا نظام وحی مشکوک ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ)۔ کیونکہ جو ہستی ان تاریخی واقعات کی عینی شاہد ہو اسے یہ کہنا کہ "آؤ میں تمہیں فلاں فلاں تاریخی واقعات سناؤں" ایک بے معنی سی بات ہے جبکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان تاریخی واقعات کے دوران نبی اکرم ﷺ وہاں موجود نہیں تھے ۔۔۔۔۔ مثلاً

(۱) **و ما کنت لدیھم إذیلقون ا قلامھم (آل عمران ۴۴)** اے نبی ﷺ جب وہ اپنے قلم ڈالنے لگے تو آپ وہاں موجود نہیں تھے۔

(۲) **و ما کنت لدیھم إذ یختصمون(ایضاً)**۔ اور جب وہ جھگڑ رہے تھے تب بھی آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ اشارہ ہے اس واقعہ کی جانب جب مریم علیہا السلام نذر میں قبول کر لی گئیں تو ان کی پرورش کے متعلق جھگڑا ہوا اور بالآخر بذریعہ قرعہ اندازی یہ مسئلہ حل ہوا یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش سے تقریباً ۶۲۰ سال قبل پیش آیا۔

(۳) **و ما کنت لدیھم إذ أجمعوا امرھم و ھم یمکرون(یوسف ۱۰۲)** اور (اے نبی ﷺ) آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنا کام اور فریب کرنے لگے اشارہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف جب وہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کی تدابیر کر رہے تھے۔

(۴) **و ما کنت بجانب الغربی إذ قضینا إلی موسی الأمر (القصص ۴۴)** اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا تو آپ اس وقت غربی جانب نہیں تھے۔

(۵) **و ما کنت ثاو یافی أھل مدین تتلوا علیھم ایتنا (القصص ۴۵)** اور (اے

نبی ﷺ) آپ اس وقت اہل مدین میں نہیں تھے کہ انہیں ہماری آیتیں سناتے۔

(۶) و ما کنت بجانب الطور إذنادينا (القصص ۴۶) اور (اے نبی ﷺ) آپ اس وقت طور کے کنارے نہیں تھے جب ہم نے آواز دی تھی (اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے)۔

(۷) و ماکنت من الشٰھدین اور نہ آپ وہاں شاہد تھے۔(اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے)۔ القصص ۴۴۔

قارئین کرام۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت مریم علیہا السلام تک اللہ تعالیٰ نے بے شمار واقعات بیان کرنے کے بعد مختلف جگہوں پر فرمایا کہ "یہ خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی آپ ﷺ کی طرف نازل کررہے ہیں"۔ ورنہ آپ ﷺ فلاں فلاں جگہ موجود نہیں تھے۔ جب یہ واقعات رونما ہوئے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ قبل ازیں انہیں جانتے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ ان تمام واقعات کے دوران وہاں موجود نہیں تھے۔ اب بتائیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر کے عقیدے کا کیا بنا!

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فلاں فلاں موقع پر موجود نہیں تھے؟؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ آپ ﷺ فلاں فلاں جگہ موجود نہیں تھے۔ اور آپ ﷺ موجود ہوتے بھی کیسے؟ جبکہ آپ ﷺ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ آگے چلئے۔

(۸) واقعہ معراج۔ آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (راتوں رات) لے جایا گیا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱)۔ اور پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف معراج ہوئی۔ اگر آپ ﷺ ہر جگہ موجود تھے تو مسجد حرام والے محمد ﷺ کو وہاں لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ جب مسجد حرام سے آپ ﷺ چلے گئے تو مکہ ہی نہیں مسجد حرام میں بھی آپ ﷺ موجود نہیں رہے۔ تو ہر جگہ حاضر و ناظر کے پھر کیا معنی ہوئے؟؟

۹۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کے درمیان جہاں وہ چوتھا نہیں ہوتا۔ اور نہ پانچ کا جہاں وہ چھٹا نہیں ہوتا"۔ (المجادلہ آیت ۷)

اس آیت مبارکہ کا مطلب بڑا صاف ہے۔ جہاں تین انسان ہوتے ہیں وہاں چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ ایک ہو تو دوسرا اللہ ہوتا ہے۔ غور کریں کہ اگر نبی اکرم ﷺ بھی ہر جگہ حاضر و موجود ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کی خبر نہ دے دیتا کہ جہاں تین ہوتے ہیں وہاں ایک نبی اکرم ﷺ اور ایک ہم۔ اور اس طرح پانچ ہوئے۔؟ نہیں۔ بلکہ اس کے بعد ایک جمع کر کے کہہ دیا کہ چوتھا اللہ ہوتا ہے۔

۱۰۔ اسی طرح سورۃ الحدید میں فرمایا کہ ،، تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ کسی اور کے متعلق یہ خبر کیوں نہیں دی ؟؟ یہاں واضح کر دیا گیا کہ تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو اللہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر آپ ﷺ بھی حاضر ہوتے تو بتا دیا جاتا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔

۱۱۔ آپ ﷺ نے اپنے قائم مقام مقرر کئے۔

مدینہ کی ریاست قائم ہوئی تو آپ ﷺ اس کے سربراہ ہوئے۔ لیکن جب کبھی بھی آپ ﷺ کو غزوات کے لیے مدینے سے باہر جانا پڑا تو آپ ﷺ نے اپنے قائم مقام مقرر کئے۔

غزوہ بدر کے دوران حضرت ابو لبابہ۔ غزوہ احد کے دوران حضرت ابن ام مکتوم۔ غزوہ ذات الرقاع (سن ۴ ھ) کے دوران حضرت ابوذر غفاری۔ غزوہ بدر الاخر (۴ھ) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی۔ غزوہ خندق (۵ ھ) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم۔ غزوہ بنی المصطلق (۶ ھ) کے دوران حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

فتح مکہ کے لئے گئے تو مدینے پر ابوام کلثوم (بن حصین بن عتبہ بن خلف) کو جانشین بنایا (۹۲)۔ ۹ھ کو تبوک کے سفر پر روانہ ہوئے تو مدینے پر حضرت سباعؓ (بن عرفطہ) کو

(۹۲) تفصیل کے لئے دیکھیے سیرت ابن ہشام جلد اوّل

قائم مقام مقرر کیا جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اہل و عیال کی نگرانی کے لئے مدینے میں چھوڑا۔

قارئین کرام ان تمام واقعات کے دوران آپ ﷺ نے اپنی عدم موجودگی میں مختلف صحابہؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ یہاں صرف آٹھ مثالیں آپ کے سامنے ہیں جبکہ فتح خیبر اور حجتہ الوداع کے دوران بھی قائم مقام مقرر ہوئے۔

قائم مقام وہاں ہوتا ہے جہاں آدمی خود موجود نہ ہو۔ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو قائم مقام مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟؟؟؟؟

پھر کسی صحابی نے بھی یہ نہ کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ تو ہر جگہ موجود رہتے ہیں پھر اس قائم مقامی کی کیا ضرورت ہے ! مقام غور ہے۔

۱۲۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اول کا انتخاب ہوا۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ ﷺ وفات پاگئے ۔ گزشتہ اوراق میں آپ اس بارے میں قرآن و حدیث کے حوالہ جات پڑھ آئے ہیں۔ قبر مبارک آج بھی موجود ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ ﷺ کا جانشین چنا گیا پھر حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین چنے گئے ۔ یہ ایک حقیقت ہے، افسانہ نہیں۔ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو یہ کچھ کیوں ہوتا ؟؟

۱۳۔ صحابہ کرامؓ نے تشہد میں صیغہ خطاب کو بدل ڈالا۔ یہ ایک اہم واقعہ ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت موجود ہے کہ "ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نماز کے اندر تشہد میں السلام علیك أیھاالنبی پڑھا کرتے تھے ۔آپ ﷺ اس وقت ہمارے درمیان موجود تھے ۔ لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم بجائے أیھا النبی کے السلام علی النبی کہا کرتے تھے"۔ (پہلے اے نبی ﷺ آپ پر

سلام ہو۔ پڑھتے تھے جبکہ بعد از وفات کہتے کہ نبی ﷺ پر سلام ہو)۔ (۹۳)

آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے صیغہ خطاب کو اس وجہ سے بدل ڈالا تھا تاکہ عوام کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

فتح الباری میں بے شمار روایات موجود ہیں کہ صحابہؓ نبی ﷺ کی زندگی میں أیھا النبی (اے نبی ﷺ) خطاب کے لفظ سے پڑھا کرتے تھے آپ ﷺ اس وقت ان کے درمیان موجود تھے ۔لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو لفظ خطاب کو چھوڑ دیا اور لفظ غیبت کا بلا خطاب کے پڑھنے لگے۔ یعنی السلام علی النبی (۹۴) اسی طرح ابن فریج نے عطا کے حوالے سے خبر دی ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی زندگی میں السلام علیك أیھا النبی کہا کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد السلام علی النبی کہا کرتے۔اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

"إن الصحابة كانو ا يقو لون والنبی ﷺ حی السلام علیك أیها النبی فلما مات قالوا السلام علی النبی و هذا أسناد صحیح،، موطا امام مالک میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تشھد میں السلام علی النبی کہتے تھے۔(۹۵) حضرت علیؓ بھی یہی کہتے تھے عمدۃالقاری شرح صحیح بخاری جلد ۲۲(ص ۲۵۴) کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

أنھم كانوا یقو لون السلام علیك أیها النبی بكاف الخطاب فی حیاة النبی صلی الله علیه وسلم فلما مات تر كوا ا لخطاب و ذكروا بالفظ الغیبة فما روا یقولون السلام علی النبی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہؓ نے اس لفظ کو ترک کر دیا تھا اور صرف السلام علی النبی کہتے تھے (۹۶) ان تمام روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہؓ تشھد میں السلام علی النبی

(۹۳) بخاری جلد ۳ باب ۱۷ اور فتح الباری جلد ۱۱ (کتاب الاستیذان) (۹۴) فتح الباری جلد ۲ باب ۱۴۸ (تشھد فی الاخر) ص ۳۱۴۔ (۹۵) تشھد کے بیان میں ۔ (۹۶) نیز دیکھئے عمدۃ القاری جلد ۶ باب تشھد فی الاخر اور فتح الباری جلد ۱۱۔ (کتاب الاستیذان)

کہا کرتے تھے ۔ یہ تبدیلی اس لئے کی گئی کہ آئندہ آنے والی نسلیں کہیں یہ عقیدہ ہی نہ بنالیں کہ نبی اکرم ﷺ حاضر و ناظر ہیں ۔ لیکن آپ ﷺ کی زندگی میں پڑھا اور سکھایا جانے والا تشہد عالم اسلام میں اس قدر پھیلا کہ صحابہ کرامؓ کی طرف سے کی جانے والی تصحیح کے باوجود وہی بدستور پڑھا جاتا رہا۔ جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے ۔ البتہ صحابہ کرامؓ کی طرف سے جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا وہ بھی درست ثابت ہوا ۔ آج اسی تشہد کو آپ ﷺ کے حاضر ہونے پر بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے ۔

آپ ﷺ شاہد ہیں (یاأیھا النبی إنا أرسلنٰك شاھداً و مبشراً ونذیراً)۔ (اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو گواہ۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے)۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ مطلب نکالا کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے اعمال دیکھ رہے ہیں ۔ تبھی تو انہیں شاہد یعنی گواہ کہا گیا ہے ۔ اسی بنا پر وہ قیامت کے روز گواہی دیں گے لہذا آپ ﷺ حاضر و ناظر ٹھہرے۔ اگر اس سے یہی معنی مراد لئے جائیں تو پھر مندرجہ ذیل جملہ ہستیاں بھی حاضر و ناظر قرار پائیں گی۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی حاضر و ناظر ہیں ۔(المزمل ۱۵) اس میں آپ ﷺ کا شاہد ہونا اسی طرح بیان ہوا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کا۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حاضر و ناظر ہیں۔ (المائدہ ۱۱۷)

(۳) ہر امتی حاضر و ناظر ہے ۔ (البقرہ ۱۴۳)

(۴) ہر امت پر اس کے گواہ پیش ہوں گے ۔ (نساء ۴۱) اس سے وہ بھی حاضر و ناظر ٹھہرے ۔ پس آیات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ ہر امت کے برگزیدہ انسان اور امت مسلمہ کا ہر فرد ،،شاھد،،

ہے ۔ لہذا اگر شاھد سے مراد حاضرو ناظر کے ہو تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تمام انسان حاضرو ناظر ہیں ۔ لیکن یہ بات خلاف واقعہ، ناممکن اور محال ہے ۔ لہذا جن جن ہستیوں کو شاہد یا گواہ قرار دیا گیا ہے وہ اس بات کی گواہی دیں گی کہ اللہ تعالی کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا گیا ۔ اسی بات کی شہادت تمام انبیاء علیھم السلام اپنی اپنی اقوام کے خلاف دیں گے ۔ اسی بات پر آپ ﷺ کا ہر امتی شاھد یا گواہ ہے ۔ اسی بات کی عیسی علیہ السلام گواہی دیں گے اور یہی جواب آپ ﷺ بھی دیں گے کہ "جب تک میں ان میں رہا اس وقت تک تو ان پر گواہ تھا" (۹۷)

تمام انبیاء علیھم السلام دربارِ باری تعالی میں یہی جواب دیں گے کہ اے اللہ ہمیں اس بات کی کوئی خبر نہیں کہ ہماری دعوت کا کیا بنا (المائدہ ۱۰۹) ۔ حوض کوثر پر پیش آنے والے واقعات کا تفصیلی ذکر آپ پڑھ آئے ہیں کہ لوگ پکڑے ہوئے جہنم کی جانب لے جائے جائیں گے ۔ آپ ﷺ کہیں گے کہ یہ تو میرے صحابہ یا امتی ہیں ۔ جواب آئے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا کام کئے (إنك لاتدری) لہذا شاہد سے مراد اس بات کی گواہی ہے کہ اللہ تعالی کا پیغام بندوں تک پہنچادیا گیا ۔ اور بس ۔

(۹۷) بخاری جلد ۲ (کتاب التفسیر ۔ سورۃ المائدہ)، عمدۃ القاری اور فتح الباری جلد ۱۱ (کتاب الرقاق)

چوتھا باب۔ "مختار کل"

تمام اقوام کی طرح یہ بھی ایک عقیدہ بنالیا کہ نبی کریم ﷺ اس کائنات میں مختار ہیں۔ جو چاہیں کریں تمام مخلوقات کو جو نعمتیں ملتی ہیں آپ ﷺ ہی کے ذریعے ملتی ہیں۔ آپ ﷺ جو بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوتی۔ ہر حکم آپ ﷺ ہی کے دربار سے نافذ ہوتا ہے۔ دونوں جہاں آپ ﷺ کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ الغرض اس کائنات کے جملہ امور پر آپ ﷺ کی حکمرانی ہے۔ آپ ﷺ قاسم رزق ہیں کہ ہر نعمت آپ ﷺ ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہے دنیاو آخرت آپ ﷺ کی عطا کا ایک حصہ ہیں(وغیرہ وغیرہ)۔ یہی عقیدہ عیسائیوں کا بھی ہے کہ " یہ تمام کائنات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبضہ قدرت میں ہے۔ تمام کائنات کی بادشاہی ان کے سپرد کر دی گئی ہے "موجودہ انجیل میں یہی عقیدہ درج ہے اسی طرح دیگر مذاہب والوں نے اپنے اپنے انبیاء اور مصلحین کے متعلق یہی عقیدہ گھڑ رکھا ہے۔ (تفصیل گزر چکی ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی ایک دائمی سنت ہے جس کے تحت وہ تمام مخلوقات کو رزق اور دیگر نعمتیں فراہم کرتا ہے یا ان سے محروم کر دیتا ہے۔ کوئی انسان و فرشتہ اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کی سنت کو بدل سکتا ہے آیئے آپ بھی دیکھیں۔

اے نبی ﷺ آپ کے اختیار میں کچھ نہیں :۔ غزوہ احد کے دن آپ ﷺ کا سر اور چہرہ مبارک زخمی ہوا اور سامنے والے دونوں دانت شہید ہوگئے ۔آپ ﷺ چہرہ انور سے خون صاف کرتے اور فرماتے کہ "ایسی قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا"۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔ لیس لك من الأمر شیء۔ (آپ ﷺ کے اختیار میں کچھ نہیں ، آل عمران ۱۲۸) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ فجر کی نماز

میں رکوع کے بعد دعا فرماتے کہ اے اللہ فلاں فلاں پر لعنت بھیج تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (۹۸)۔

اے نبی ﷺ! آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔

آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے پاس بیٹھے تلقین کرنے لگے کہ اے میرے چچا میرے کان میں کلمہ توحید کا اقرار کر لیں تو فلاح پائیں گے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ فوت ہو گئے تو آپ ﷺ کو شدید صدمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کہ میں اس وقت تک دربار الٰہی میں چچا کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے روک نہ دیا جائے" تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روک دیا (توبہ ۱۱۴) (اور متعدد روایات)۔ (۹۹) اور پھر یہ آیت تو قبل ازیں نازل ہو چکی تھی کہ ۔**إنك لا تهدى من أحببت** ...... (القصص) کہ آپ ﷺ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے صحیح بخاری کی معروف شرح عمدہ القاری میں **و لا تقولن لشئ إنى فاعل ذالك غدا** اور **إنك لا تهدى من أحببت** کے بعد یہ الفاظ درج ہیں ۔ **و هذه الايات تدل على إثبات أرادة الله و مشيئته و إن العباد لا يريدون شيئا......** یعنی یہ آیات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں تو دوسری طرف ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بندے کچھ بھی نہیں چاہ سکتے (بندوں کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا) (۱۰۰)۔ کیا مختار کل کے یہی اختیارات ہیں کہ وہ اپنے محسن چچا کے لئے دعائے مغفرت بھی نہ کر سکیں ؟؟؟

اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کی مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں۔

اگر آپ ۷۰ بار بھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ (توبہ ۸۰) اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منافقین کے حق میں دعاءِ مغفرت ہی سے روک دیا۔ (سورہ

---

(۹۸) بخاری (کتاب المغازی، کتاب الدعوات)، عمدۃ القاری جلد ۲۳ اور ۲۵ اور فتح الباری جلد ۸ (کتاب التفسیر اور جلد ۱۳ کتاب الاعتصام۔ (۹۹) بخاری (کتاب الجنائز اور کتاب التفسیر) فتح الباری جلد ۳ کتاب الجنائز، عمدۃ القاری جلد ۱۹ ص ۱۰۴ تا ۱۰۵، صحیح مسلم جلد اول۔ (۱۰۰) عمدۃ القاری جلد ۲۵ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵

توبہ ۸۴)۔ اس لئے کہ اگر آپ ﷺ ان سے راضی بھی ہو گئے تو اللہ ہر گز راضی نہیں ہوگا (توبہ ۹۶)

اے نبی ﷺ! آپ کو ان لوگوں پر مختار بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ وما أنت علیھم بو کیل (انعام ۱۰۷، زمر ۴۱، شوریٰ ۶ بنی اسرائیل ۵۴ اور الفرقان ۴۳)۔ زبان نبوی ﷺ سے کہلوالیا گیا کہ آپ بھی کہہ دیں کہ۔ لست علیکم بو کیل (انعام ۶۶) میں تم پر مختار نہیں ہوں اور۔ و ما أنا علیکم بو کیل نیز یہ کہ و ما جعلنك علیھم حفیظا (انعام ۱۰۷) کہ ہم نے آپ ﷺ کو ان کا نگران نہیں بنایا۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟

آپ ﷺ کو اپنی والدہ کی مغفرت کیلئے دعا کی بھی اجازت نہیں ملی۔ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔ آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں وہاں آپ ﷺ روئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے ارد گرد صحابہ کرامؓ بھی روئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی تھی کہ اپنی ماں کی بخشش کی دعا کروں لیکن مجھے اجازت نہیں ملی البتہ ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی" (۱۰۱) علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں تمام روایات جمع کی ہیں۔ حضرت بریدؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ اس وقت ہماری تعداد ایک ہزار تھی۔ ہم ایک جگہ اترے تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے اپنے اللہ سے درخواست کی تھی کہ مجھے والدہ کیلئے دعا کی اجازت دے لیکن اجازت نہیں ملی تو آگ کے خوف سے میرا دل کانپ

(۱۰۱) مشکوۃ جلد اوّل باب زیارت قبور (بحوالہ بخاری / مسلم) حدیث ۱۶۷۱۔ (۱۰۲) تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ (سورۃ توبہ کی آیات ۱۱۳ اور ۱۱۴ کی شرح)

اٹھا تو میں رو پڑا" دوسری روایت میں ہے کہ "آپ ﷺ مکہ کی طرف آنے لگے تو راہ میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر قبر سے خطاب فرمایا اور رونے لگے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے پورا واقعہ بیان فرمایا۔ آپ ﷺ اس روز اتنا روئے کہ کبھی اتنا نہیں روئے تھے" تیسری روایت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ کو روتے دیکھ کر ہم لوگ بھی رونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں میں بیٹھا تھا وہاں میری ماں کی قبر ہے میں نے اپنے اللہ سے اپنی والدہ کی مغفرت کیلئے دعا کی اجازت چاہی لیکن نہیں ملی" اسی مضمون کی متعدد احادیث حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؓ سے بیان ہوئی ہیں (۱۰۲) یہاں آپ ﷺ کے غم و الم کا احساس اگر کر سکتے ہیں تو ذرا غور کریں کہ آج سے تقریباً ۵۵ سال قبل جب کہ آپ ﷺ کی عمر صرف ۶ سال تھی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ اسی مقام پر (وطن سے تقریباً ۳۸۰ کلو میٹر دور) آپ ﷺ کو اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر اپنے رب کے حضور تشریف لے گئیں تھیں۔ آج ان کا بیٹا ہی آدم کا سردار ہی نہیں نسل انسانی کا محسن بھی ہے۔ وہ اپنے رب کے حضور والدہ کی مغفرت کیلئے دعا کی اجازت چاہتے ہیں لیکن اجازت نہیں ملتی۔ کتنا نازک مرحلہ ہے۔ یہ معاملہ صرف آپ ﷺ ہی کے ساتھ پیش نہیں آیا بلکہ نسل انسانی کے امام اور آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی ہزاروں سال قبل ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا وہاں ان کا والد تھا جس کیلئے دعائے مغفرت سے برضائے الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام خود دستبردار ہو گئے تھے (۱۰۳) یہاں مختار کل کیا مختار جزو بھی کوئی نظر نہیں آتا. جو کوئی بھی بڑا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں اتنا ہی زیادہ محتاج اور محتاط ہے۔

آپ ﷺ کو نماز جنازہ سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ کے صحابی حضرت

---

(۱۰۳) توبہ آیت ۱۱۴ ممتحنہ آیت ۴۔

عبد اللہؓ نے اپنے والد (عبد اللہ بن ابی) کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھ چکے تو آئندہ منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا۔ (۱۰۴)

آپ ﷺ تو اپنے نفع پر بھی قدرت نہیں رکھتے : قل لا أملك لنفسى نفعا و لا ضرا إلا ماشآء الله (اعراف ۱۸۸)۔ یہی بات سورۃ یونس (آیت ۴۹) میں کہی گئی ہے۔ سورۃ اعراف کی آیت ۱۸۸ کی شرح میں امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ "کچھ غیب کی خبریں بتائیں نیز ایسا کریں کہ ہمارے پاس مال و دولت کی کثرت ہو جائے" تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ آپ ﷺ کو اس کا علم اور قدرت نہیں دی گئی (إن قدرته قاصرة و علمه قليل کے الفاظ ہیں) آگے لکھتے ہیں کہ جان لیں کہ ہر بندے کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا ہے کیونکہ قدرت کاملہ اور علم محیط سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس نہیں ہے۔ تو ایک بندہ یہ قدرت اور علم کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی بندہ اپنے نوشتہ تقدیر کے نفع و نقصان پر قادر نہیں۔ (۱۰۵)

آپ ﷺ شدت غم سے اکثر روتے تھے : آپ ﷺ کی زندگی غم و الم اور مصائب و تکالیف سے بھرپور ہے۔ بچپن سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک آزمائشوں کے طوفان آپ ﷺ سے نبرد آزما رہے۔ آپ ﷺ مصائب و ابتلاء کے خوگر ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود بعض آزمائشیں اتنی شدید اور اچانک پیش آجاتیں کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری ہو جاتے والدہ ماجدہ کے متعلق آپ ﷺ کا رونا پیچھے بیان ہو چکا ہے اب اولاد کے متعلق کچھ واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) آپ ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے صاحبزادے شدید بیمار تھے۔

(۱۰۴) توبہ آیت ۸۴ اور بخاری جلد اول حدیث ۱۲۷۵۔ (۱۰۵) تفسیر کبیر جلد ۴ (امام رازیؒ)

اچانک ان کی حالت تشویشناک ہوگئی تو حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ کو بلانے کیلئے ایک آدمی بھیجا۔ قاصد نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ حضرت زینبؓ کا بیٹا قریب المرگ ہے۔ آپ ﷺ نے قاصد سے فرمایا کہ واپس جا کر انہیں کہیں کہ اللہ کی چیز تھی جو اس نے لے لی۔ لہذا صبر کریں۔ لیکن حضرت زینبؓ نے دوبارہ قاصد بھیجا اور قسم دے کر کہا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں چنانچہ آپ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے تو بچہ آپ ﷺ کی گود میں دے دیا گیا اس وقت بچے کی سانس اکھڑ رہی تھی آپ ﷺ یہ حالت دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ شفقت و رحمت ہے" (یعنی یہ رحمت و محبت کے آنسو ہیں) (۱۰۶)

(۲) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ "ہم لوگ آپ ﷺ کی صاحبزادی (حضرت ام کلثومؓ) کے جنازہ میں حاضر ہوئے آپ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے تھے ۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے"۔ (۱۰۷)

(۳) آنکھیں روتی ہیں دل غمگین ہے۔ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پر آخری وقت طاری تھا کہ آپ ﷺ نے ہاتھوں پر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ "اے اللہ کے رسول آپ ﷺ رو رہے ہیں"؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا آنکھ روتی ہے دل غمگین ہے لیکن ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی رہے اور اے ابراہیم میں تمہارے فراق میں غمگین ہوں"۔ (۱۰۸)

(۴) حضرت سعد بن عبادہؓ شدید بیمار تھے آپ ﷺ ان کے ہاں گئے تو اس وقت وہ بے ہوش تھے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ فوت ہو چکے ہیں؟ حاضرین نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ یہ حالت دیکھ کر رونے لگے۔ (۱۰۹)

---

(۱۰۶) بخاری (کتاب الجنائز اور کتاب التوحید) نیز فتح الباری جلد ۳۔ ص ۱۵۶ تا ۱۶۰۔ (۱۰۷) بخاری کتاب الجنائز (احادیث ۱۲۰۴ اور ۱۲۵۵) اور فتح الباری جلد ۳۔ ص ۱۵۶ تا ۱۶۰۔ (۱۰۸) بخاری جلد ۱۔ کتاب الجنائز حدیث ۱۲۱۹ اور مشکوۃ جلد ۱ حدیث ۱۶۳۰ (بحوالہ بخاری / مسلم)۔ (۱۰۹) بخاری جلد ۱ کتاب الجنائز حدیث ۱۲۲۰ فتح الباری جلد ۳ ص ۱۷۲ تا ۱۷۴

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے نواسے اور بیٹے کی زندگیوں کے آخری لمحات آپ ﷺ کی گود میں گزرے۔ بچوں کی والدہ ماجدہؓ یہ حسرت رکھتی ہیں کہ ان کی زندگی کی کوئی صورت نکل آئے۔ لیکن وقت مقررہ میں ایک لمحے کی تاخیر بھی ممکن نہیں خواہ وہ نبی ﷺ کا بیٹا یا نواسہ ہی کیوں نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ خود روتے رہے اور بار بار روئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ان بچوں کی زندگیوں پر قادر نہ تھے اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ وہ تو ہر لحہ غیر اللہ کی طاقت کی نفی کرتے رہے۔ روتا وہی ہے جو دکھوں کا مارا اور ان کے ٹالنے پر قادر نہ ہو۔ جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ :۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کہیں اپنی بے بسی کی فریاد کر رہے ہیں تو کہیں نصرت کی درخواست۔ بیٹا طوفانی لہروں میں زندگی کی کشمکش میں ہے تو باپ اس کی زندگی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعامیں مصروف ہے۔ لیکن قبول نہیں ہوئی بلکہ دعا ہی سے حکماروک دیا گیا۔

(۳) حضرت ھود۔ صالح، شعیب، ابراہیم اور لوط علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کی بداعمالیوں اور زیادتیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دربار میں امداد کے طلبگار نظر آتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کبھی تو اولاد کیلئے دعاگو ہیں تو کہیں ان کیلئے رزق مانگ رہے ہیں۔ یہی حالت حضرت زکریا علیہ السلام کی ہے۔

(۴) حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے رہائی کیلئے فریاد کر رہے ہیں۔

(۵) حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی جدائی میں رو رو کر بینائی سے محروم ہو چکے ہیں جب کہ دوسری طرف یوسف علیہ السلام کئی سال تک قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں۔

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے

کے سارے انبیاء علیہم السلام کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار نظر آتے ہیں اور ہر لمحہ نصرت باری تعالیٰ کیلئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔

قرآن حکیم میں اب بھی اسی بات کا مسلسل اعلان ہو رہا ہے کہ "اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور وہ غنی ہے۔ مختار نامہ تو وہاں دیا جاتا ہے جہاں وہ ہستی خود موجود نہ ہو یا کسی وجہ سے کام کرنے سے معذور ہو جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کمزوریوں سے پاک ہے وہ کسی کو "مختار کل" کیوں بنائے گا؟ اگر وہ کسی دوسری ہستی کو یہ منصب دے بھی دیتا تو لازم تھا کہ ازل سے ابد تک اسے زندہ جاوید رکھ کر زمان و مکاں کی حدود و قیود اور ان کے قوانین و اثرات سے مبرا قرار دیتا۔ اسے اتنی ہی قوت تصرف دیتا جتنی کہ خود اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ہستی کو پورے کے پورے خدائی اختیارات و تصرفات کا مالک بنانا پڑتا کیونکہ اس کے بغیر کائنات اور اس میں موجود مخلوقات (از ابتدا تا انتہا) کی تخلیق، پرورش اور خبر گیری تو ممکن ہی نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی کسی دوسری ہستی کا وجود امر محال اور ناممکن ہے خود قرآن حکیم نے اس کی نفی کی ہے۔ لہذا سوائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس کائنات میں کوئی مختار نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج اور اسی کے در کے سوالی ہیں۔

تمام نعمتیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہیں۔

زندگی کیلئے جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے اسے "رزق" کہتے ہیں۔ ہوا، پانی، کھانے کی اشیاء، مال و اولاد، صحت اور علم رزق ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی لا متناہی کائنات میں بے حساب مخلوقات کو سوائے اللہ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ ظہور کائنات کے بعد جب زندگی وجود میں آئی تو وہیں سے اس کی ربوبیت کا آغاز بھی ہوا۔ اپنی مخلوقات کے ہر فرد تک رزق کی ترسیل و تقسیم کا کام قانون ربوبیت کے تحت ہو رہا ہے۔ قرآن حکیم میں ۱۹۹ بار اس کی ربوبیت کا اعلان ہوا ہے سورۂ ھود میں واضح کر دیا کہ "زمین پر کوئی

جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے اپنے اوپر نہ لے لی ہو" (آیت ۶) اسی طرح سورۃ الزخرف میں وضاحت کر دی گئی کہ "دنیا کی زندگی میں گزر وبسر کے ذرائع تو ہم تقسیم کرتے ہیں"۔ **نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا**"(آیت ۳۲)

حدیث إنما أنا قاسم سے کیا مراد ہے؟

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد میں "فرض الخمس" کے زیر عنوان درج کیا ہے۔ جب قرآن حکیم میں مال غنیمت کی تقسیم کا قانون نازل ہوا تو اس کے مطابق مال غنیمت کی تقسیم شروع ہوئی۔ کچھ لوگوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے۔ جس کے ازالے کیلئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا کام تقسیم کرنا ہے جب کہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی جس کا مال ہے تقسیم کا قانون بھی اسی نے نازل کیا ہے جس کے مطابق میں تقسیم کر رہا ہوں۔(۱۱۰)

مکمل حدیث کا ترجمہ یوں ہے۔" اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے" اس کے پہلے حصے کے متعلق محدثینؒ نے لکھا ہے کہ "آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کے احکام پیش کرنے والے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ہی دین کی سمجھ عطا کرتا ہے"۔ (فتح الباری جلد اول کتاب العلم اور عمدۃ القاری جلد ۲۵)۔ امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا ہے (شرح نووی جلد ۳ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمانؒ) بس اتنی سی بات تھی جس کا بتنگڑ بنایا گیا۔ لوگوں میں پرچار کیا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی تمام مخلوقات کو رزق تقسیم کر رہے ہیں مختار کل ہیں۔ جس کو جس قدر چاہیں دیں ان ظالموں نے قرآن پڑھا نہ احادیث و سیرت کی کوئی کتاب۔ آپ ﷺ کی مالی حالت پر قرآن اور احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب امہات المومنین اجتماعی

(۱۱۰) تفصیل کے لئے فتح الباری جلد۶۔ (فرض الخمس)

طور پر نان و نفقہ کا مطالبہ لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتی ہیں ۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے گرد بیٹھی ہیں اور آپ ﷺ خاموش ہیں آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "تم دیکھ رہے ہو کہ یہ میرے گرد بیٹھی مجھ سے خرچ مانگ رہی ہیں" ایسی صورت حال میں سورۃ احزاب کی آیات ۲۸ اور ۲۹ نے فیصلہ ہی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو اس بات کا اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو نبی کریم ﷺ سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ اہل بصیرت ان آیات اور ان کی شرح خود ملاحظہ کر لیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام اکثر فاقہ کشی کا شکار رہتے۔ آپ ﷺ کے گھر ایک ایک ماہ تک چولہا نہ جلتا۔ پیٹ پر دو دو پتھر باندھ رکھے ہیں ایک ایک کھجور دو دو صحابہؓ میں تقسیم ہوتی ہے بعض اوقات پتے کھانے پڑے ایک صحابی نے فاقہ کشی کی شکایت کی تو انہیں زندہ رہنے کے لئے مردار کھانے کی اجازت دے دی۔ (۱۱۱)۔ یہ واقعات اتنی تعداد میں کتب احادیث میں درج ہیں کہ ان کو بیان کرنے کیلئے پوری کتاب درکار ہے۔ اسی حال میں زندگی گزری۔ آخری وقت بھی آپ ﷺ نے اپنی زرہ کچھ صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن رکھی تھی۔ صحیح بخاری (کتاب الرہن اور کتاب السلم) میں پانچ روایات اس ضمن میں موجود ہیں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو کے بدلے زرہ گروی رکھی۔ میں آپ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور چربی (سنجتہ) لے کر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "آل محمد ﷺ کے پاس ایک صاع اناج کے سوا اور کچھ بھی نہیں حالانکہ نو گھر ہیں" (بخاری کتاب الرھن)۔ آخر وقت تک آپ ﷺ کی نو ازواج مطہرات الگ الگ حجروں میں مقیم تھیں ۔ یہی حال

(۱۱۱) مشکوۃ جلد ۲ حدیث ۴۰۷۴ حوالہ ابو داؤد

حضرت فاطمہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا ہے۔ اگر آپ ﷺ ہی رزق تقسیم کرتے ہیں تو پھر اپنے اہل و عیال اور اکثر صحابہ کرام کے ساتھ ایسا رویہ کیوں روا رکھا؟ آپ ﷺ تو اپنے لئے اور آل محمد کے لئے اللہ تعالیٰ سے رزق کے لئے اکثر دعا کیا کرتے۔ کتب حدیث ایسی دعاؤں سے بھری پڑھی ہیں۔ افسوس ان افسانہ نویسوں پر جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ پیدائش سے لیکر وفات تک ایسے ایسے افسانے تراش کر آپ ﷺ سے منسوب کر دیئے جو سراسر جھوٹ اور بے بنیاد ہیں۔ جن کتب سے یہ افسانے تراشے گئے وہ کچھ تو تیسرے اور باقی تمام چوتھے طبقے کی ہیں جن کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث نے لکھا تھا کہ "اس طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کو بے دین زبان دانوں نے وضع کیا۔ انہوں نے ایسی اسناد وضع کر ڈالیں جن پر کوئی جرح نہیں ہو سکتی اور ایسے بلیغ الفاظ استعمال کئے جو آپ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں نے اسلام میں ایک مصیبت برپا کر دی"۔

(حجۃ اللہ البالغہ باب ۷۸)

آپ ﷺ کی آیات و معجزات پر جو کچھ لکھا گیا اس کے ماخذ مندرجہ بالا کتب ہی ہیں کچھ نمونے ملاحظہ ہوں :-

۱- آپ ﷺ کے نور کا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور پھر حضرت آمنہ کو منتقل ہونا۔

۲- حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں جب یہ نور چمکا تو ایک عورت نے پہچان لیا اس نے خود حضرت عبد اللہ سے اس نور کو اپنے اندر منتقل کرنے کی خواہش کی مگر یہ سعادت اس کی قسمت میں نہ تھی (یہاں روایت گھڑنے والے کی اخلاقی سطح ملاحظہ ہو)

۳- قبیلہ مخزوم کی دو سو عورتیں اسی غم میں مر گئیں کہ عبد اللہ سے یہ دولت انہیں حاصل نہ ہو سکی۔

۴- حضرت آمنہ کو خواب میں کسی نے کہا کہ تیرا بچہ تمام جہاں کا سردار ہو گا۔

۵- آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت تمام ستارے زمین پر جھک پڑے۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔

۶- پیدائش کے وقت خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھول دو سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا اس سال دنیا کی تمام عورتوں نے بچے جنے۔ درختوں میں پھل آگئے۔ آسمان میں یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے درخت اگائے گئے مکہ کے مت اوندھے ہوئے (بڑی طویل داستان ہے جو ایک کذاب نے وضع کی ہے)

۷- آپ ﷺ جس رات شکم مادر میں منتقل ہوئے اس رات قریش کے سب جانور بولنے لگے اور کہنے لگے کہ کعبہ کے خدا کی قسم آنحضرت شکم مادر میں آگئے ہیں۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس میں دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے۔ جانوروں نے جانوروں کو خوش خبری سنائی آسیہؑ اور مریمؑ اور حوران جنت کی آمد وغیرہ وغیرہ (یہ ایک کذاب کا وضع کردہ قصہ ہے)

۸- آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آواز آئی کہ بچے کو ہر ملک کی سیر کراؤ۔ سمندر کی تہوں میں لے جاؤ ہر ذی روح کے سامنے ان کو لے جاؤ۔ وغیرہ وغیرہ۔

۹- آپ نے گہوارے میں کلام کیا اور فرشتے آپ ﷺ کا جھولا ہلاتے۔

۱۰- حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو لے گئیں تو ان کے خشک سینے میں دودھ بھر گیا ان کی کمزور اونٹنی تیز دوڑنے لگی۔ حلیمہؓ کے قبیلہ کی قحط زدہ زمین سر سبز وشاداب ہو گئی بکریاں موٹی اور سب سے زیادہ دودھ دینے لگیں......

۱۱- قضائے حاجت سے واپس آتے تو وہاں کوئی نجاست باقی نہیں رہتی تھی۔

۱۲- مردوں کا زندہ کرنا، جانوروں کا کلام کرنا۔ حضرت خضر سے ملاقات وغیرہ وغیرہ۔

الغرض آج کل محافل میلاد میں جو قصے کہانیاں بیان کی جاتی ہیں ان کے ماخذ یہ

چہارم ہی کی کتب ہیں اور ان افسانوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انہیں یکجا کرنا ممکن ہی نہیں علامہ ابو الکلام آزاد نے ولادتِ نبوی ﷺ، علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت النبی ﷺ اور سید سلیمان ندویؒ نے سیرت ہی کی جلد ۳ میں اور حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ان داستانوں کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔

علاوہ ازیں موضوعات کی کتب نے ان جھوٹے افسانوں کا صدیوں قبل ہی پول کھول دیا تھا لیکن اب اس قوم پر یہ جھوٹ اتنا اثر کر چکا ہے کہ سچ ہضم ہی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی طلب ہے۔

آپ ﷺ کی قبر کے متعلق کچھ روایات:

آپ ﷺ کی قبر کے متعلق روایات پر بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے سب کا یہاں بیان کرنا ممکن ہے نہ ہی مقصد۔ بلکہ محض اشارہ کرنا ہی کافی ہے تاکہ جو اہل درد تحقیق کرنا چاہیں ان کیلئے متعلقہ کتب کی نشاندہی کر دی جائے۔ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ایم بی بی ایس و فاضل علوم دینیہ وفاق المدارس ملتان نے اس بارے میں جو تحقیق کی ہے انہوں نے اپنی تصنیف "یہ مزار یہ میلے" میں اس کی وضاحت کی ہے اسی کتاب کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایات درج کی جا رہی ہیں۔(۱۱۲)

قبر نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش:

ایک بار مدینے میں شدید قحط پڑا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی قبر کے اوپر روشندان بنا دو تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے لوگوں نے یہی کیا تو ایسی بارش ہوئی کہ اس کی زرخیزی سے سبزہ لہلہا اٹھا اور اونٹ چربی کی زیادتی سے پھول گئے اور اس سال کا نام "عام الفتق" پڑ گیا (سنن دارمی)

---

(۱۱۲) یہ کتاب مسجد توحید۔ توحید روڈ۔ کیماڑی کراچی سے مفت ملتی ہے۔

اس روایت کی سندیوں ہے ابو نعمان ۔ سعید بن زید عمرو بن زید مالک النکری۔ ابو الجوزا۔
نسائیؒ نے سعید بن زید کے متعلق کہا کہ قوی نہیں ہے۔ یحیٰی بن سعید کے نزدیک ضعیف ہے۔(۱۱۳)۔

ابو الجوزا کا سماع عائشہؓ سے ثابت نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ " **فی أسناده نظر** " ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع بھی ہے اور ضعیف بھی۔ (۱۱۴)

۲- **من زار قبری حلت له شفاعتی** (بزار)۔ (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی)۔ اس روایت کی اسناد میں عبد اللہ بن ابراہیم۔ عبد الرحمٰن۔ عن ابیہ (زید)۔ ابن عمر ہیں۔ یہ روایت آئمہ حدیث کے نزدیک ضعیف اور منکر ہی نہیں بلکہ موضوع کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ عبد اللہ بن ابراہیم منکر روایات بیان کرتا ہے ۔ بعض آئمہ حدیث نے اسے جھوٹا اور جھوٹی روایتیں بنانے والا کہا ہے۔ امام ابو داودؒ کے نزدیک منکر الحدیث ہے۔ دار قطنی اس کی روایات کو منکر کہتے ہیں۔ حاکمؒ کہتے ہیں کہ روایتیں گھڑ کر سچے راویوں کے نام سے بیان کرتا ہے۔ خود بزار اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "اس کی روایتوں کو کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا"۔ (۱۱۵)

۳- **من زار قبری وجبت له شفاعتی** (بیہقی / دارمی) (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی) ۔ (اسناد = ابو سعید المالینی ۔ ابو احمد ابن عدی۔ محمد بن موسیٰ الحلوانی۔ محمد بن اسماعیل بن سمرۃ۔ موسیٰ بن ہلال۔ عبد اللہ العمری۔ نافع۔ ابن عمرؓ) بیہقی خود کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔

---

(۱۱۳) میزان الاعتدال جلد۱۔ ص۳۸۱۔

(۱۱۴) تاریخ الکبیر جلد۲۔ ص ۱۸۔ ۱۷ امیزان الاعتدال جلد۱۔ ص۱۲۹ اور تہذیب التہذیب جلد ا ص ۳۸۴۔

(۱۱۵) میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۰-۲۱

اس میں موسیٰ بن ھلال عبدی ہے جو مجہول ہے دوسرا راوی عبد اللہ العمری ہے۔ جو نافع ہے نقل میں سوء حفظ اور غفلت کا بہت مرتکب ہوتا ہے صحاح ستہ کے اماموں میں سے کسی نے اس روایت کو قابل قبول نہیں سمجھا۔ (۱۱۶)۔

۴- من حج فزار قبری بعد وفاتی فکأنما زارنی فی حیاتی (دار قطنی) جس نے حج کیا اور میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی) یہی روایت دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ گویا اس نے میری زندگی اور میری صحبت میں میری زیارت کی۔ اسناد کا سلسلہ یوں ہے۔

ابی ربیع حفص بن سلیمان ۔ لیث بن ابی سلیم۔ مجاہد۔ ابن عمرؓ۔

یہ روایت ساقط الاسناد اور منکرالمتن ہے آئمہ حدیث نے اسے گھڑی ہوئی اور جھوٹی روایت قرار دیا ہے اس میں حفص بن سلیمان ابی داؤد ہے جس کے متعلق امام احمدؒ کہتے ہیں کہ متروک الحدیث ہے۔ امام بخاریؒ نے کہا کہ مورخین نے اسے ترک کر دیا ہے۔ امام مسلمؒ کے نزدیک متروک ہے نسائیؒ کے نزدیک ثقہ نہیں اور اس کی حدیثیں نہیں لکھی جاتیں۔ عبد الرحمٰن بن یوسفؒ کے نزدیک وضاع اور کذاب ہے۔(۱۱۷)

۵- من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی (دار قطنی)(جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم کیا) اسناد ابو عبد اللہ۔ عبد الباقی۔ محمد بن محمد نعمان ابن شبل ۔ مالک نافع ۔ دار قطنیؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خود لکھا کہ اس میں ایک شخص محمد بن محمد النعمان ابن شبل کا تفرد ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن

(۱۱۶) میزان الاعتدال جلد ۲۔ ص ۵۸ اور جلد ۳۔ ص ۲۲۰۔

(۱۱۷) میزان الاعتدال جلد ۱۔ ص ۲۶۱۔

(۱۱۸) میزان الاعتدال جلد ۳۔ ص ۱۲۹۔

الجوزیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (۱۱۸)

٦- من زار قبری أو قال من زارنی کنت له شفیعاً أو شهیداً (طیالسی)

(جس نے میری قبر کی زیارت کی یا یہ کہا کہ جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا)

اسناد = سوار بن میمون ابو الجراح العبدی آل عمرؓ میں سے ایک مرد۔ عمرؓ۔ اس کی سند میں اضطراب و انقطاع اور جہالت و ابہام ہے بیہقیؒ نے اسے اپنی کتاب السنن الکبری میں بیان کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ "**هذا أسناد مجهول**" راوی سوار بن میمون مجہول ہے اسی طرح آل عمرؓ میں سے "کوئی مرد" بھی مجہول راوی ہے۔

٧-احمد بن ابراہیم بن ملحان۔ العلاء بن عمرو۔ محمد بن مروان، اعمش، ابی ہریرۃؓ سے یوں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو میری قبر کے قریب درود پڑھے تو میں سنتا ہوں اور جو قبر سے دور پڑھے۔ وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔(**رواہ عقیلی و قال لا أصل له**) عقیلی خود لکھتے ہیں کہ "یہ بے اصل ہے" اس میں محمد بن مروان کا تفرد ہے جو متروک الحدیث ہے صالح کہتے ہیں کہ وہ روایت گھڑا کرتا تھا ابن حبان کے نزدیک وہ موضوع روایات بیان کرنے والوں میں ہے۔ اسی مضمون کی دوسری روایت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ جس میں وہب ابن وہب ابو البختری القاضی ہے۔ جس کو سارے اہل علم کذاب اور وضاع کہتے ہیں۔ (۱۱۹)

٨- جب کوئی بندہ میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کہتا ہے تو ایک فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے وہاں مامور کر دیا ہے اس سلام کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

اسناد = ابو عبد اللہ الحافظ۔ ابو عبد اللہ الصفار۔ محمد بن موسیٰ البصریؒ۔ عبد الملک۔ محمد بن مروان، اعمش، ابی صالح، ابی ہریرۃؓ۔

---

(۱۱۹) میزان الاعتدال جلد۴ ص ۱۳۲ اور ۲۷۸۔

یہ روایت معنی کے لحاظ سے اوپر والی روایت کے خلاف ہے اوپر والی قبر کے نزدیک سماع کا اظہار کرتی ہے اور یہ عدم سماع کا۔ سند کے لحاظ سے اس میں محمد بن موسیٰ البصری ہے جس کو کذاب اور وضاع (جھوٹی رواتیں بنانے والا) کہا گیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ حدیثیں بناتا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں۔ (۱۲۰)

اسی طرح وہ روایات جن میں آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا یا قبر سے ہاتھ باہر نکال کر مصافحہ کیا یا واقعہ حرہ کے دوران قبر سے اذان کی آوازیں تمام من گھڑت ہیں۔

یا ساریة الجبل جھوٹی روایت ہے۔ مناسب ہو گا کہ اس روایت پر بھی بات ہو جائے جو حضرت عمرؓ سے منسوب ہے کہ انہوں نے ایران میں مصروف جنگ حضرت ساریہ کو آواز دی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور لشکر والوں نے وہاں ان کی آواز سنی۔ ڈاکٹر عثمانی نے اس پر جو تبصرہ کیا ہے اسے قارئین کی نظر کرتا ہوں۔

صحاح ستہ والوں نے ہی نہیں بلکہ چار سو برس تک کسی حدیث کے جمع کرنے والے نے اس روایت کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس سے پہلے صرف واقدی کذاب نے اس کو اپنی جھوٹی تاریخ (مغازی) میں لکھا تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں بیہقی نے اپنی کتاب "دلائل النبوة" میں اس کا ذکر کیا اور پھر ابن مردویہ نے۔ یہ روایت دو سندوں سے آئی ہے۔

ابن وہب یحییٰ بن ابن عجلان نافع۔ ابن عمرؓ

ابن عجلان کے بارے میں امام عقیلی کہتے ہیں یہ نافع کی روایتوں میں اضطراب کا شکار رہتا ہے (۱۲۱) امام بخاری نے اس کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے (۱۲۲) یحییٰ القطان کہتے ہیں کہ نافع سے روایت میں مضطرب ہے۔ (۱۲۳) امام مالک کہتے ہیں کہ ابن عجلان حدیث کے معاملات جاننے والا نہیں تھا۔ (۱۲۴) اس کا شاگرد یحییٰ بن ایوب جو اس روایت کا ایک

(۱۲۰) میزان الاعتدال جلد ۳۔ ص ۱۴۱۔
(۱۲۱) تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۳۴۲۔
(۱۲۲) خلاصہ تہذیب الکمال للخزرجی۔ ص ۲۹۰۔
(۱۲۳) میزان الاعتدال جلد ۳۔ ص ۱۰۲۔
(۱۲۴) میزان الاعتدال جلد ۳۔ ص ۱۰۲۔

فرد ہے سخت ضعیف راوی ہے ابو حاتم اس کی حدیث سے حجت لانا روا نہیں سمجھتے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے۔ ابن سعد کا کہنا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ امام احمد کا قول ہے کہ وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ منکر روایات بیان کرتا ہے عقیلی نے اسے ضعفاء میں شامل کیا ہے۔ (۱۲۵)

اس سند پر نگاہ ڈالیے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا اس روایت کو انسانوں کے ایمانوں پر تاخت و تاراج کے لئے کھلا چھوڑا جا سکتا ہے ؟

دوسری سندیوں ہے کہ ابی بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ۔ عبد اللہ بن اسحٰق بن ابراہیم جعفر الصائغ۔ حسین بن محمد۔ فرات بن سائب۔ میمون بن مہران۔ ابن عمرؓ۔

اس روایت میں فرات بن سائب جھوٹا اور روایت گھڑنے والا تھا۔ امام بخاری کے نزدیک منکر الحدیث تھا اور محدثین نے اسے چھوڑ دیا تھا (۱۲۶)۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اس کی کچھ حیثیت نہیں۔ دار قطنی متروک کہتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ وہ محمد بن زیاد کی طرح ہے اور اس پر بھی میمون بن مہران سے روایت کرنے میں وہی تہمتیں ہیں جو محمد بن زیاد پر ہیں جسے امام احمد کا ناکذاب کہتے ہیں ابن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے جو کچھ اس سے حاصل کیا تھا اسے پھینک دیا ابو زرعہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا تھا دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا۔ (۱۲۷)

اس روایت کی ان سندوں کو دیکھئے اور ایمان کی مظلومی پر آنسو بہائیے۔ یہ بات بھی نہ بھولئے گا کہ یہ مسجد نبوی ﷺ کے جمعہ کے خطبہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جیسے ابن مردویہ نے صراحت کی ہے خلیفہ دوم کے زمانے کے خطبہ جمعہ کی حاضری کا خیال کیجئے پھر دیکھئے کہ اس روایت کو اس بھرے مجمع میں سے صرف عبد اللہ بن عمر روایت کرنے والے ملے اور کسی صحابی یا تابعی نے اس کو بالکل یاد نہ رکھا کیا یہ بھی ایک ثبوت نہیں کہ یہ روایت گھڑی ہوئی اور بناوٹی ہے۔

میں نے قرآن و احادیث کے بے شمار حوالہ جات محض اس لئے جمع کر دیئے ہیں تاکہ

(۱۲۵) تہذیب التہذیب جلد ۱۱ اور میزان الاعتدال جلد ۳۔ (۱۲۶) تاریخ الکبیر جلد ۴ ص ۱۳۰۔ (۱۲۷) لسان المیزان جلد ۴ ص ۴۳۰ ۔ ۴۳۱ اور میزان الاعتدال جلد ۲۔ ص ۳۲۵ اور جلد ۳۔ ص ۶۰۔

ذات باری تعالیٰ اور ذات و صفات محمدی ﷺ کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔ ذات باری تعالیٰ مقام ابدیت (Eternity) پر فائز لا انتہا و لا محدود (Infinite) جبکہ باقی تمام ہی محدود (Finite) ہیں۔ وہ زمان و مکاں کی حدود سے بالا۔ جبکہ باقی تمام اس کے پابند اور اس میں مقید۔ اس کے لئے ماضی و مستقبل نام کی کوئی شئے نہیں جبکہ باقی تمام اس کی گرفت میں پابند۔ وہ لا متناہی وباقی۔ جس کی بقافنا آشنا نہیں۔ یہ صفات کسی اور میں نہیں۔ وہ خالق و مالک و رزاق جبکہ باقی تمام اس کی مخلوق، عباد اور اس کے محتاج۔ یہاں عبدو معبود اور خالق و مخلوق کا رشتہ ہے۔ ان حدود کا بر قرار رہنا لازمی ہے ورنہ کفر اور سراسر کفر ہو گا۔ یہی بات سمجھانے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اسی مشن پر آپ ﷺ کو بھی بھیجا گیا۔ یہ اسلام اور حب رسول ﷺ کا تقاضا ہے اس سے تجاوز کرنے کا اس کائنات میں کسی کو اختیار حاصل ہے اور نہ حق ان حدود کا بر قرار رکھا جانا لازم ہے جو بھی تجاوز کرے گا اپنے اوپر ظلم کرے گا۔

(من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ)(سورۃ الطلاق)

عبد اور عبدہ کی بحث : میلاد کی محفلوں میں اکثر ان الفاظ پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ عبدہ (اس کے بندے) جبکہ باقی سب عبد (بندے) ہیں لہذا عبد اور عبدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے قرآن سے عدم واقفیت کی اس سے بڑی دلیل اور کوئی بھی نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں متعدد بار اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے ساتھ نسبت دی ہے اور اس کے لئے مختلف ضمیریں استعمال کی ہیں مثلاً عبادہ (اس کے بندے) ۳۴ بار عبادی (میرے بندے) ۷ بار اور عبادنا (ہمارے بندے) ۱۲ دفعہ استعمال ہوا ہے آپ ﷺ کو بھی عبد کہا گیا ہے (العلق ۱۰) عبدنا ۵ بار آیا ہے دوبار آپ ﷺ کے لئے (البقرہ ۲۳ اور الانفال ۴۱) جب کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ایک ایک بار (القمر ۹ اور ص ۱۷۔۴۱) اسی طرح عبدہ سات بار آیا ہے چھ بار آپ ﷺ کے لئے (الکھف-۱، الفرقان-۱ الاسراء-۱، الزمر-۳۶،

الحدید-۹ اور النجم-۱۰) جبکہ ایک بار حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے (مریم-۲) حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت یعقوب علیہ السلام تک بے شمار انبیاء علیہم السلام کو عبادنا (ہمارے بندے) کہہ کر پکارا (ص ۷، ۴۱، ۴۵ اور الصفت ۸۱، ۱۱۱، ۱۲۲ اور ۱۳۰)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو یہاں تک فرمادیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے پیدا کیا ہے (طٰہٰ-۴۱)۔ تمام اہل ایمان کو عبادی کہا (ابراہیم-۳۱، الحجر-۴۲، بنی اسرائیل-۶۵، الانبیاء-۱۰۵، المومنون-۱۰۹ اور عنکبوت ۵۶) بنی اسرائیل کو بھی عبادی کہا۔ (طٰہٰ-۷۷ اور الشعراء-۵۲) تمام انسانوں کو عبادی کہا (البقرہ-۱۸۶، الحجر ۴۹، اور الزمر ۵۳)۔ حتیٰ کہ تمام گمراہ انسانوں کو بھی عبادی کہا۔ (الفرقان-۱۷) لہذا یہ کہنا کہ عبد اور عبدہ میں فرق ہے۔ محض شاعرانہ بات ہے۔ حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

لہذا اس کے بعد بھی جو آدمی "عبد" اور "عبدہ" کی بحث میں الجھنا چاہے تو اس کے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

اٹلی کے نو مسلم نوجوان کے درد بھرے خط نے دل میں ایک تڑپ پیدا کی، جس سے یہ کتاب وجود میں آئی، اگر اللہ نے توفیق دی تو اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کروں گا۔ اگر کوئی اہل دل اس کا انگریزی میں ترجمہ شائع کر دے تو مسلمانوں پر ایک احسان ہوگا۔ اگر کوئی لغزش قلم ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے کہ صرف اور صرف وہی دلوں کے بھید جانتا ہے۔

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد ربنا اغفرلي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب۔